

احادیث زیارت کی صحت پر ناقابل تردید دلائل

زیارت روضہ رسول ﷺ



تألیف:

فضیلہ الشیخ محمود سعید رحمہ

ترجمہ:

علامہ محمد عباس رضوی

عالمی دعوتِ اسلامیہ

۱۔ فصیح روڈ، اسلامیہ پارک لاہور

نام کتاب ————— رفیع المنارہ للتحریکِ احادیث التوسل والزیارۃ

تصنیف ————— شیخ محمود سعید ممدوح (دہلی)

ترجمہ کا نام ————— زیارتِ دو مزارِ رسول

مترجم ————— علامہ محمد عباس دہلوی (گوجرانولہ)

مہرِ مرکز تحقیقات اسلامیہ

ابتدائیہ ————— مفتی محمد قاسم قادری

طابع ————— محبوب الہول قادری

اشاعت بارِ اوّل ————— دسمبر ۱۹۹۷

ناشر ————— مرکز تحقیقات اسلامیہ

فہرست

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۵	ابتداء وغیرہ	۱
۱۶	زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آئمہ اہل بیت	۲
۱۷	شارح مسلم امام نووی	۳
۱۸	امام ابن ہمام حنفی	۴
۱۸	قرآن حکیم اور مسئلہ زیارت دومہ صلی اللہ علیہ وسلم	۵
۳۶	علامہ ابو یوسف اعرجی کی گفتگو	۶
۳۵	عموم آیت پر شیخ محمد بن صالح کا اعتراض	۷
۳۸	شیخ عثمان کے اعتراض کا تجزیہ	۸
۳۷	کلمہ ۱۲۰ مستقبل کے لیے بھی آتا ہے۔	۹
۳۸	وصال کے بعد آپ کے نقش کا سٹارشن کرنے پر دلائل	۱۰
۳۸	انبیاء قبور میں زندہ ہیں۔	۱۱
۳۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا۔	۱۲
۴۵	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کو جماعت کروائی۔	۱۳
۴۵	آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میں بخشش طلب کروں گا۔	۱۴
۴۱	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و مغفرت ہر مسلمان کو حاصل ہے۔	۱۵
۴۲	اعتقاد سب کا انھی بلکہ عروم الفاظ کا کیا جاتا ہے۔	۱۶

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۴۱	تفاسیر اور کتب مناسک کی اسناد لال پر تائید	۱۷
۴۴	تمام امت کے جنگ اعمال کا اجر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پا رہے ہیں۔	۱۸
۴۷	احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زیارت نبوی۔	۱۹
۴۹	تنبیہ	۲۰
۵۱	قامکرہ	۲۱
۵۶	زیارت اور اجماع امت	۲۲
۵۷	کلام اکثر کی غلط تارل اور اس کا رد	۲۳
۵۷	ایک لاکھ ناز کا ثواب چھوڑ کر ہر روز ناز کا ثواب لینے کوں جاتا ہے۔	۲۴
۵۷	کیا مسجد نبوی کی طرح مسجد اقصیٰ کا بھی قصد کیا جاتا ہے۔	۲۵
۵۹	لائق شدہ الرجال کا صحیح مفہوم	۲۶
۵۹	الحافظ الامام ابن حجر عسقلانی	۲۷
۶۰	امام حافظ ابو زرعہ الحنفی	۲۸
۶۰	حافظ صلاح الدین عقیل بن کیکل کی علانی۔	۲۹
۶۱	اربع تہیہ کی سب سے بڑی دلیل کا تفصیلی رد	۳۰
۶۱	مسئلہ نبوی قاعدہ	۳۱
۶۶	حدیث سے اس معنی کی تائید	۳۲
۶۶	علامہ کرمانی	۳۳
۶۷	حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی (دفعہ چہارم ۶۶) میں فرماتے ہیں۔	۳۴
۶۷	رد ہذا ظہر کا ثبات کی تمام جگہوں سے افضل ہے۔	۳۵
۶۷	حضرت امام قاسمی جوامع الشفا میں فرماتے ہیں۔	۳۶

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
63	دوسری وجہ	۴۷
68	سفر مطلوب کے دونوں اسباب زیادت نبوی میں ہیں۔	۴۸
70	کسی جگر کی تعظیم کے لیے سفر منع ہے۔	۴۹
70	اہم ٹورٹ	۵۰
71	تیسری وجہ	۵۱
71	امام ابن بطال نے فرمایا	۵۲
71	امام ابو سلیمان الخطابی فرماتے ہیں	۵۳
73	امام نووی نے فرمایا	۵۴
73	امام ابن بطال نے فرمایا	۵۵
73	امام نووی فرماتے ہیں	۵۶
74	امام ابو محمد بن قاسم المقدسی الحنبلی فرماتے ہیں	۵۷
75	امام الحرمین نے فرمایا۔	۵۸
75	تذکرہ معمول کرنے والوں کے دلائل۔	۵۹
76	مسجد قبا میں دو رکعتیں بیت المقدس کے سفر سے افضل ہیں۔	۶۰
77	مسجد قبا دنیا کے کسی کمار سے پر بھی جوتی ہم پھر بھی زیادت کے لئے جاتے۔	۶۱
77	حضرت عمر راوی ہونے کے باوجود یہ فرما رہے ہیں۔	۶۲
78	حضرت ابو ہریرہ نے راوی ہونے کے باوجود طور کا سفر کیا۔	۶۳
80	تختہ بیچ احادیث السنن	۶۴
83	انہیں معمول قرار دینا مردود ہے	۶۵

صفحہ	موضوع	تقریر شمار
83	پندرہ ماہ بعد کی روایت کے بعد بھی جمہالت	۵۶
84	امادی مستورا لعل بھی نہیں	۵۷
84	ابن عبد الباقی کا جواب	۵۸
86	جواب کا تفصیلی رد	۵۹
89	حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں	۶۰
92	امام ابن حجر عسقلانی نے نقیب کرتے ہوئے فرمایا۔	۶۱
90	امام ذہبی فرماتے ہیں۔	۶۲
90	دوسری بات	۶۳
90	محمّد بن سنان نے کہا کہ اس نے عبد اللہ بن عمر (المصنف) الفاظ ثقہ سے روایت کی ہے وہ یہ ہیں۔	۶۴
92	فصل	۶۵
92	جنہوں نے عبد اللہ بن عمر (المصنف) روایت کی وہ یہ ہیں۔	۶۶
93	فصل	۶۷
97	حافظ عراقی نے فرمایا۔	۶۸
97	فصل	۶۹
98	منکر کے دو شرائط	۷۰
98	حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔	۷۱
99	فصل	۷۲
101	فصل	۷۳
102	اسے حافظ ابو علی بن السکن نے صحیح قرار دیا ہے۔	۷۴

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۵۳	فقہ حدیث سے آگاہ شخص یہ اعتراض کریں نہیں سکتا۔	۷۵
۱۵۴	ابن تیمیہ نے (المنہاج ۱/۱۲۲) میں کہا۔	۷۶
۱۵۵	عبداللہ بن عمر العمری کا مقام	۷۷
۱۵۸	فصل	۷۸
۱۵۹	ابن حبان جرح میں مشہور ہیں۔	۷۹
۱۱۲	اعتراف و جواب	۸۰
۱۱۳	تحرک کا معنی روایت دینا بھی ہے۔	۸۱
	فصل	۸۲
۱۱۵	دو وجوہ سے عمل نظر	۸۳
۱۱۶	امام سخاوی کا اہم نوٹ۔	۸۴
	فصل	۸۵
۱۱۷	امام ابن مبین کی توثیق	۸۶
	فصل	۸۷
۱۱۹	عبداللہ بن عمر العمری کی توثیق پر اکثر محدثین کی تصریحات۔	۸۸
۱۲۱	امام ابن عدی نے (المنہاج ۱/۱۲۶) میں فرمایا۔	۸۹
۱۲۳	فصل	۹۰
۱۲۳	تنبیہ	۹۱
۱۲۴	دوسری حدیث۔	۹۲
	فصل	۹۳
۱۲۶	اعتراف و جواب	۹۴
۱۲۷		۹۴

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
128	اہم نوٹ	۹۵
129	تیسری حدیث	۹۶
131	حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس حدیث کی دوسری سند	۹۷
132	چوتھی حدیث	۹۸
135	پانچویں حدیث	۹۹
136	اللہ کی مدد سے طرہی کرتا ہوں۔	۱۰۰
139	تین ائمہ حدیث کا مصنف حدیث پر اتفاق	۱۰۱
139	ابن تیمیہ کا رد	۱۰۲
141	چھٹی حدیث	۱۰۳
143	ساتویں حدیث	۱۰۴
147	آٹھویں حدیث	۱۰۵
150	نویں حدیث	۱۰۶
152	دسویں حدیث	۱۰۷
154	گیارہویں حدیث	۱۰۸
155	بارہویں حدیث	۱۰۹
156	تیرہویں حدیث	۱۱۰
156	چودھویں حدیث	۱۱۱
157	پندرہویں حدیث	۱۱۲
161	سولہویں حدیث	۱۱۳
162	تھوڑے سے حدیث	۱۱۴

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۷۰	سید عیسیٰ حدیث	۱۱۵
۱۷۱	انصار دین حدیث	۱۱۶
۱۷۲	حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	۱۱۷
۱۷۳	حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	۱۱۸
۱۷۴	حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث۔	۱۱۹
۱۷۵	حدیث عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایت۔	۱۲۰
۱۷۶	حدیث علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت۔	۱۲۱
۱۷۷	حدیث ابوالفضل العزری کی روایت	۱۲۲
۱۷۸	حدیث داؤد بن ابی سقیع کی روایت	۱۲۳
۱۷۹	حدیث مقدم بن معدی کلب اور حضرت ابوالہمام کی روایت	۱۲۴
۱۸۰	حدیث عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت۔	۱۲۵

ابتدائیہ

مفتی محمد غلام قادری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد و گرامی ہے ۔

وَلَقَدْ كَفَّرْنَا عَنْ قَوْمِكَافِرًا لِّظُلْمِهِمْ
 أَنْفُسَهُمْ فَوُجِّعْنَا أَلْوَانَهُمْ
 فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ
 لَهُمُ الزُّمَرُ مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ
 اللَّهُ ثُمَّ آتَاهُمُ خَبِيرًا
 (النساء)

اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں
 تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 پاس آئیں پھر وہ اللہ سے
 معافی مانگیں اور رسول اللہ کے
 لیے سفارش کرے تو وہ اللہ کو توبہ
 قبول کرنے والا اور رحم فرماتے
 والا بنیں گے۔

اس آیت سے واضح ہے کہ بارگاہ نبوی کی حاضری ہر مسلمان کے
 لیے عظیم نعمت و فضیلت کا درجہ رکھتی ہے خواہ وہ قریب کا رہے واکہ ہو یا
 بعید کا۔

اسکی فضیلت و جواز پر متعدد ائمہ و ریٹ خبری بھی عامل بنا رہے ہیں مثلاً،
 من تراہ قبری میں نے روحہ اقدس کی زیارت
 وجبت لہ شفاعتی کی اس کے لئے میری شفاعت
 ثابت ہوگی۔

صحابہ سے لے کر آج تک امت مسلمہ کے تمام مفسرین، محدثین اور
 فقہاء حاضری دیتے آئے اور ہر مسلمان دلوں کی حاضری کے لئے تڑپتا رہا
 وہاں کو جتنا ہے مگر کچھ غم لوگ اس کی مخالفت کرتے ہوئے کسی بات کو تسلیم

کرنے کے لئے تیار نہیں، آیت مبارکہ ان کے سامنے بڑھو تو کہہ دیں گے یہ بات صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات تک مخصوص ہے وصال کے بعد یہ حکم ختم ہو گیا حالانکہ امت کے ہر مفسر قرآن نے اس حکم کو عام تسلیم کیا اور کہا یہ تاقیامت امت مسلمہ کے لئے خوشخبری ہے،

احادیث بیان کرو تو کہیں گے یہ تمام جعلی بناوٹی اور موضوع ہیں، سب سے پہلے یہ بات شیخ ابن تیمیہ نے کہی تو ان کا رد اس وقت کے عظیم محدث امام سبکیؒ نے کیا اس موضوع پر مکمل کتاب "الشفا بالسلامة السلام فی زیارة خیر الانام" تحریر کی۔ ہمارے دور میں بھی کچھ لوگوں نے زیارت کے بارے میں وارد احادیث مبارکہ پر اعتراضات اٹھائے اس کے جوابات کی اشد ضرورت تھی، اشد غلطے عرب کے مشہور محدث شیخ محمد وسعدی (مدوح) (رحی)، کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس موضوع پر لا جواب کام کر دیا، انہوں نے صرف احادیث زیارت پر ہی کام نہیں کیا بلکہ احادیث توسل یہ بھی کام کر دیا۔ انہوں نے اس اہم موضوع پر "رفع الشبهة" تقریر کیا احادیث التوسل والزیارة " لکھ کر امت مسلمہ پر عظیم احسان کیا ہے جیسے ہی یہ کتاب مولانا حافظ عبدالمکریم رضوی کے واسطے سے بندہ کو ملی اسی وقت اس کی اشاعت و ترجمہ کا ارادہ کر لیا، علامہ محمد عباس رضوی (ممبر مرکز تحقیقات اسلامیہ) سے ذکر ہوا تو انہوں نے ترجمہ کی ذمہ داری قبول فرمائی، بڑی محنت سے بہت جلد اس کا ترجمہ کر دیا بندہ نے اسے مکمل پڑھا مرحلہ کتابت کے بعد اشاعت کا وقت آپہنچا تو اپنے عظیم دوست الحاج محمد طفیل مدنی سے بات ہوئی کہ اس کی اشاعت جلدی ہوئی چاہیے، تاکہ اہم قریضہ کی ادائیگی ہو جائے انہوں نے شیخ وسیم الدینی و حمید الدینی اور امجد نعمان سے رابطہ کر کے کتاب کے اجابت و اشاعت کی تو انہوں نے فی الفور اس کی اشاعت کی ذمہ داری قبول کر لی،

اللہ تعالیٰ مصنف، مترجم اور معاونین کی اس خدمت کو قبول فرمائے، یاہ رہے،
کتاب کا زیادت والا مفہد شائع کیا جا رہا ہے تو اس والا ابھی باقی ہے ترجمہ کے
بعد اس کی شامت الگ کی جائے گی۔

نوٹ:۔ عربی دان محض کے لیے ساتھ عربی متن بھی شائع کیا جا رہا

ہے۔

شیخ محمود غزالی کی چند دیگر تصانیف

یہاں شیخ محمود غزالی کی دیگر چند تصانیف کا تذکرہ بھی ضروری ہے

۱۔ تہذیب المسلم الی تعدی الباقی علی صحیح مسلم
شیخ ناصر الدین الباقی نے حدیث پر جو کام کیا اس میں جا بجا تصانیف کی نشاندہی
مختلف اہل علم نے کی ہے۔ اس سطر میں یہاں شیخ من بن علی المستاف کا کام۔
تناقضات الالبانی الواضحات فیما وقع لد فی تصحیح الاحادیث
و تصنیفها من اخطاء و غلطات قابل ذکر ہے وہاں شیخ محمود سعید
ممدوح کا کام بصورت "تہذیب المسلم الی تعدی الباقی علی صحیح مسلم"
نہایت ہی قابل داد و تحسین ہے۔

مقدم میں اس کتاب کی غرض و نیت یوں تحریر کرتے ہیں:

فقد وقعت علی کلام الشیخ	میں شیخ الباقی کے ایسے کلام پر آگاہ
الالبانی ضعف فیہ جملة	ہوا جس میں انہوں نے صحیح مسلم کی
من الاحادیث المستفیضة	شعور احادیث کو ضعیف قرار دینے
مسلم، فتکلم علیہا بما لا یرکد	ہوئے اسی گفتگو کی جس سے نام مسلم کا
خطا و یثبت ضروریہ	کا خالی ہونا اور ان اصولوں سے
علی ما قدرہ العلماء من محنت	تھکا لاقم آتا ہے جو علماء کے ہاں
و تلتقیہا القبول المفید	مسلم اور مقبول ہیں۔ ان کا کام

للعلم وكلامه يدعوا الى
 التشكيك في صحيح الامام
 مسلم وفيه من الاعراب
 والمخالفة والتعقيب على
 المتقدمين ما يوجب للفقهاء
 به انه استدرك على
 الاثمة المتقدمين كما يفتخرون
 ومسلم فضلاً من
 المتأخرين —————
 وقد رآنا ان البكوت
 على هذا التصدي خير
 مقبول ويحقق العارف
 به الاثم لذلك كتبت هذا
 (التبنيہ) اذ قد يدعي على
 الله تعالى كل تعديہ علی
 صحيح مسلم وقد صحیہ
 تنبيه المسلم الى بعد عن
 الالباني على صحيح مسلم۔
 (تنبيه المسلم ۴۰-۴۱)

صحیح امام مسلم کے بارے میں تشکیک
 کی دعوت دیتا ہے اور اس میں ایسی
 مخالفت اعراب اور متقدمین پر
 تعقیب ہے جو دھوکہ دینے والا
 کو موقع فراہم کر رہی ہے کہ انہوں
 نے بخدا ہی دے مسلم جیسے متقدمین کی
 کتاب کا ازالہ کیا ہے۔ تاہم اگر
 کسی کتاب میں نہیں —————
 تو میں نے محسوس کیا کہ اس زیادتی
 پر خاموش رہنا جائز نہیں۔ اس
 سے آگاہ ہونے کے باوجود رد نہ
 کرنا گناہ کا ذریعہ ہے لہذا میں
 نے اثر کی توفیق سے الابی کی
 زیادتیوں پر لکھا ہے اور اس کا
 ہم "تنبيه المسلم على
 تعدي الالباني على صحيح
 مسلم" لکھا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے اس بات کا خوب اندازہ ہو جائیگا کہ شیخ موصوف
 کی علم حدیث اور اصول حدیث پر کتنی نظر ہے ؟

۲۔ الاعلام باستحباب شد الرحال لزیارة خیر الانام

اس رسالہ اور مصنف کے بارے میں فضیلۃ الشیخ عیسیٰ بن عبد الرحمن بنافع
الحیمری ردیر عام واثرة الاوقاف واثنوں الاسامید وثنی تقدیم میں لکھتے ہیں:

وهذا رسالة جلیلة یہ محدث فاضل محمود سعید ممدوح

لمحدث الفاضل محمود لا عظیم رسالہ ہے۔ اوقات انہیں

سعید ممدوح جزاء اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے

اللہ من الاسلام والمسلمین جزائے خیر ہے کیونکہ انہوں نے

خیر الجزاء بما ینافعه اس سے سقتِ مطہرہ کا دفاع کیا

من السنة المطہرة اسماعا ہے اس کا نام انہوں نے الاعلام

والاعلام باستحباب شد الرحال لزیارة خیر الانام

مدیر فضل الصوة والسلام رکھا ہے

اس میں انہوں نے اس موضوع پر

جسم فیہا خلاصۃ ما قبل دلائل کا خلاصہ بیان کر دیا ہے تاکہ

فی هذا التمام واولی بدلوه اؤ کے جیب میں اؤ میرے سلم کی رضا

لید حق حبیبہ رسول اللہ نصیب ہو۔ دوستوں کے دل سے

صلی اللہ علیہ وسلم و اس شہ پائیں اور متکربین اور متکربین

یشفی بها قلوب قوم مؤمنین کے دل محبتِ تہرہ اور برائی سے

و یجہدی بها قلوب المتکربین سے ہدایت پائیں۔

والکامرین بالحجة الدائنة

والداعین الساطعة۔ (تقدیم الاعلام)

اس کتاب کا اردو ترجمہ اس مراد حاضری اس پاک ورد کی جہان کے نام سے
عالم ممتاز احمد سیدی نے کیا مرکز تحقیقات اسلامیہ نے مئی ۱۹۹۵ء میں شائع کیا۔

۴۔ وصول الفتہانی باشارات سفیۃ البعۃ والرد علی البانی

شیخ ناصر الدین البانی نے ہاتھ میں تبسح نے کر ذکر کو بدعت قرار دیا یہ کتاب اس
کے رد میں ہے کہ یہ عمل بدعت نہیں سنت ہے۔

۵۔ حاشیہ الترمذیحدیث صلاۃ التبسح

کچھ لوگوں نے نماز تبسح کے حق میں دہر شدہ احادیث کے بارے میں کہا
یہ احادیث قابل استدلال نہیں، اس موضوع پر حافظ ابن ناصر الدین دمشقی
نے مکمل کتاب "الترمذیحدیث صلاۃ التبسح" تحریر فرمائی یہ کتاب کافی عرصہ
سے نایاب تھی شیخ محمود نے اسے تلاش کیا اور اس پر نفیس حاشیہ لکھ کر اسے
کی اشاعت کی۔

اللہ تعالیٰ انہیں مزید خدمتِ دین کی توفیق دے۔

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خاں قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور

زیارتِ قبرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
 اور
 اُمّۃ امت

۱۔ شارحِ مسلم امام نووی

امام ابو زکریا النووی (رحمہ اللہ) کے علم و فضل پر اتفاق ہے، فرماتے ہیں :
یہ جان لینا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت اہم قربات
اور نیکیوں اور کامیاب مساعی میں سے ہے ۔

جب حجاج اور عمرہ کرنے والے مکہ مکرمہ سے فارغ ہو کر واپس پیش تو ان کے
لئے مستحب ہے کہ وہ مدینہ شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ منورہ کی زیارت کی
طرف متوجہ ہوں اور زائر کو چاہیے کہ زیارتِ اقرب کی نیت کرے اور اس کے
طرف کہاواکس کے معنی قصد کر کے جائے اور اس مسجد نبوی میں نماز کی نیت بھی
کرے ۔ (المجمع شرح المصنوع ۸۰ : ۲۰۴)

اور ایسے ہی اپنی کتاب "الايضاح" میں مناسک حج کے ضمن میں فرمایا :
جب حجاج کرام اور عمرہ کرنے والے مکہ سے فارغ ہوں تو مدینہ الرسول صلی
اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی طرف متوجہ ہوں ۔
کیونکہ یہ بہت زیادہ قربات اور کامیاب مساعی (کوشش) ہے اور امام بزار اور
دارقطنی نے اپنی اپنی سند سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی
انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

من زار قبری وجبت له شفاعتي ۔
جس نے میری قبر کی زیارت کی اس
کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

اور فقیر امت ابن ہجر البیہقی نے اس حدیث پر حاشیہ لکھتے ہوئے فرمایا :
 یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حیات و دصال دونوں کو شامل
 ہے اور ہر مذکورہ مؤثر کے لئے وہ دوسرے یا قریب سے آئے ہر ایک کثا
 ہے اور اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی قبر کی طرف سفر
 کے مندوب ہونے اور اس کی طرف سفر کی فضیلت کے لئے استدلال کیا گیا ہے۔

(حاشیہ الایضاح ص ۳۱۴)

۲۔ امام ابن الہمام حنفی

محقق علی الاحلاق امام کمال ابن الہمام حنفی "المقصد الثالث فی زیارت
 قبور النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں فرماتے ہیں :
 ہمارے مشائخ (احناف) نے فرمایا کہ زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
 افضل مندوبات میں سے ہے۔ مناسب فارسی اور شرح المختار میں ہے کہ صاحب
 استطاعت پر یہ زیارت واجب کے قریب ہے۔ پھر اس کے بعد فرمایا :
 اس بندۂ ضعیف کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ محض زیارت قبر شریف کی نیت
 کی جائے اور جب وہاں چلا جائے تو پھر مسجد شریف کی بھی زیارت کرے یا پھر
 دوسری مرتبہ دونوں (قبر شریف اور مسجد شریف) کی نیت کرے کیونکہ اس میں
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان اور اجمال زیادہ ہے۔

(فتح القدیر ۱۴۹/۳ - ۱۵۰)

اور اس پر علامہ انور شاہ کشمیری (دیوبندی) نے کہا ۔

اعد میرے نزدیک یہی حق ہے کیونکہ اصناف سے ہزاروں لوگ آپ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سامان باندھ کر اور قہد کر کے جاتے تھے اور اس کو
 بہت بڑی نیکیوں میں شمار کرتے تھے۔ اور ان کے ہاں سے میں یہ کہنا کہ وہ صرف

مسجد نبوی شریف کی زیارت کی نیت سے جاتے روزہ اطہر کی نیت نہ کرتے تھے
 باطل ہے بلکہ وہ قطعی طور پر قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نیت کرتے تھے۔

(فیض الباری شرح صحیح البخاری ۲۱: ۴۲۴)

ہم کہتے ہیں کہ اس کا کلام صحیح اور خوب ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ مکہ مکرمہ
 میں ایک لاکھ نماز کا ثواب چھوڑ کر اپنے مال و جان کو قربان کرنا اور مدینہ شریف کی
 طرف کرنا چھ معنی دادو؟ انہوں نے اس شہر کو کیوں چھوڑا جس کے بارے میں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

واللہ اعلم خیر ارض اللہ اللہ کی قسم اسے کہ قراؤں کی زمین سے
 و احب ارض اللہ الی اللہ افضل ترین خطہ ہے اور اللہ کے نزدیک
 تمام زمین سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

تو کیا ان لوگوں نے اس شہر کو عرف مسجد نبوی کی زیارت کے لیے ترک کیا جیسا کہ وہ (نہجہ)
 کہتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ جن دافس ان کی مخالفت کرتے ہوئے کہیں گے کہ یہ سب حبیب
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرتے ہیں۔

اور رد المحتار شرح درالمختار میں ہے:

(قولہ مندوبیۃ) مصنف کا قول کہ یہ زیارت مندوب و مستحب ہے
 یعنی تمام مسلمانوں کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ مندوب ہے جیسا کہ اہلباب
 میں ہے۔

اور مصنف کا قول (بلکہ کہا گیا ہے کہ یہ واجب ہے) اس کو شرح القباب میں
 ذکر کیا گیا ہے اور کہا کہ اس کو میں نے "الحدیث النبویۃ فی زیارة المصطفویۃ"
 میں بیان کر دیا ہے۔

اور اسے علامہ خیر الدین الرملی نے "حاشیۃ المنہج" میں ابن حجر سے ذکر

کہ اس کی تائید کی ہے۔

ہاں "الغالب" "فتح القدیر" اور "شرح المختار کی عبادت واضح کرتی ہے کہ صاحب وسعت پر زیارت قریب المرجوب ہے۔

اور "فتح القدیر" میں اس کو "ما ورد فی فضل الزیارة" کے باب میں ذکر کیا اور اس کی کیفیت و آداب بیان کرتے ہوئے کافی شرح و بسط سے کام لیا گیا ہے اور ایسے ہی شرح المختار اور الغالب میں ہے۔

اور مصنف لکھتا شروع کرے :

شرح الغالب میں فرمایا کہ امام حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی کہ جب حج فرض ہے تو حاجی کسے بہتر ہے کہ وہ پہلے حج کرے پھر زیارۃ قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جائے اور اگر پہلے زیارت کرے تو بھی جائز ہے۔

(رد المختار شرح درالمختار، ۲: ۲۵۷)

حضرت امام تہجدی فرماتے ہیں :

مقابلہ میں سے ابن تیمیہ نے سخت زیادتی کی ہے کیونکہ اس نے زیارۃ قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سفر کو حرام کہا ہے۔ جیسا کہ دوسروں نے افراط سے کام لیا اور کہا کہ زیارت ایسی قربت اور نیکی ہے جو ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

لیکن دوسرا مؤلف اقرب الی الصواب ہے کیونکہ جس کام کو جمیع علمائے کرام مستحب گردانیں اس کو حرام کہنا کفری تو ہے اور یہ حرام کو مباح قرار دینے سے زیادہ بُرا ہے جو کہ اس باب میں متفق علیہ ہے۔

(شرح الشفاء بمباحش نیم الیاف، ۲۰: ۵۱۴)

حضرت امام قاضی عیاض فرماتے ہیں :

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنے، سلام عرض کرنے اور دعا مانگنے کا طریقہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت مسلمانوں کی سنتوں (احکام) میں سے ایسی سنت (عمل) ہے کہ جس پر اجماع ہے اور یہ ایسا تفصیل والا کام ہے کہ جس کی ترغیب دی گئی ہے، کے بارے میں فصل،

(اشفا : ۲۰ : ۷۴)

اور ایک اور جگہ (۷۵ : ۲) امام ابن عبد البر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

الزيارة مباحة بغير
الناس فواجب مشد
المحل الى قبور صلي الله
عليه وسلم .
لوگوں کے درمیان زیارت مباح
ہے (جس میں کوئی اختلاف نہیں)
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر
اللہ کی زیارت کے لیے سفر واجب

ہے۔

امام تاج فی عیاض نے فرمایا کہ یہاں واجب سے مراد مندوب کا واجب ہے اور زیادہ ترغیب و تاکید کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ وجوب فرض کے معنوں میں نہیں ہے۔

حضرت علامہ الدودیر شریف فرماتے ہیں :

وتندب زيارة النبي
صلى الله عليه وسلم وهي
من اعظم القربات
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
مندوب ہے اور بہت بڑی نیکیوں
میں سے ہے۔

(۳۸۱ : ۲۳)

حضرت امام ابو محمد بن قدامہ المقدسی محقق مذہب حنابلہ فرماتے ہیں :

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کی زیارت مستحب ہے کیونکہ امام تاج

نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

من حج غزائر قبری بعد جس نے حج کیا اور میرے دروازے
وفائی فلانھا زار فی حیاتی کے بعد میری قبر کی زیارت کی گواہی
نے میری غاہرہ زندگی میں زیارت کی
اور دوسری روایت میں ہے :

من زار قبری وجبت لہ جس شخص میری قبر کی زیارت کی اس کے
شفاعتی لئے میری شفاعت ثابت ہوگئی ۔
پہلی روایت کے الفاظ کو اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے :

حدثنا سعید ثنا حفص بن سلیمان عن لیث عن
مجاہد عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ۔

امام احمد نے عبد اللہ بن یزید بن قیس کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

ما من احد یسلم علی رعد جب بھی کوئی شخص میری قبر انور کے
قبر میں الا رد علیہ پاس سلام دینا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر
ردی حتیٰ ارد علیہ ردی کرے کہ میری طرف متوجہ نہ ہو
السلام ۔

اور جب کوئی ایسا شخص حج کرے کہ جس نے پہلے کبھی حج نہ کیا ہو ۔ یعنی سوائے شام

نے منہ اجماع کہ روایت میں عند قبری کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ شریفیہم ہے اس پر واضح
محکم دلائل سے مزین : السیقة الصحیحة فی شرح حیاة الانبیاء و آلہم و اصحابہم

کے راستے سے توجہ دینے کے راستے سے سفر نہ کرے۔ خوف ہے کہ کہیں وہ ایسا کام
 ذکر ہے جو کہ نہیں کرنا چاہیے۔ اسی کو چاہیے کہ کہہ کہ راستہ پکڑے کیونکہ وہ سفر محفوظ
 ہے۔ اور وہ کسی اور مشاغل میں مشغول نہ ہو۔

اور امام غزالی سے روایت ہے کہ : میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا
 پاس حاضر تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا :

السلام علیہ یا رسول اللہ : میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے
 وَكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ وَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ
 اور اگر وہ جب بھی اپنی جائز پر عمل کر
 بجاؤ اور اسے کھاؤ جبکہ وہ پھل دے اور اس کا حق ادا کرو اور اس کے گناہوں کو
 استغفر راجع الی اللہ تعالیٰ
 میں حاضر ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ سے
 کہیں اور اللہ تعالیٰ سے
 استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشے گا
 اور تم کو اسے دے گا یا نہیں دے گا۔

میں گناہگار ہوں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہ
 میں آپ سے شفاعت کا طلب گار ہوں۔
 پھر اس نے یوں عرض کی :

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه
 قطاب من طبعهن القاع والاکبر
 نفسی اللہ اولیٰ بمرافق مساکنہ
 فیہ العذاب وفیہ الجود والکرم
 (ترجمہ) اے زمین میں دفن ہونے والوں میں حبیب بہتر شخصیت : آپ کی خوشبو سے میدان
 اور نفس میں معطر ہو گئیں۔

میری جان اس قبر مقدس پر قربان ہو جہاں آپ جو آرام ہیں۔ اسی میں پاکیزگی اور امانی میں سرایا
 سعادت و بخشش ہے۔ (اسی میں صاحب جود و کرم ہے)

پھر وہ اعرابی پلٹ گیا اور میری آنکھ لگ گئی۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا

یا حبیبی اُلْحِقِ الْأَعْرَابِيَّ بِبَشَرٍ
 اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ
 اے حبیبی جدی کہ اس اعرابی کو ملے
 بشارت دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔

(المعنی ۳ : ۵۸۸ - ۵۸۹) دیا ہے۔

حضرت امام ابوالفرج ابن قدامہ الخلیل شرح الکبیر میں فرماتے ہیں

مسئلہ : حاجی جب حج سے فارغ ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبزادے (صدیق و عمر) کی قبور مقدسہ کی زیارت کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت مستحب ہے کیونکہ امام داؤدین نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ
 وَفَاتِيْ فَلَا تَأْتِيْهِ نَارُ النَّارِ حَيَاتِيْ
 جس نے حج کیا اور میری قبر اللہ کی زیارت
 کی میرے وصال کے بعد تو گریہاں
 نے میری خاطر حیات میں زیارت کی۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں :

مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَحَبِيتَ لِيْ
 شَفَاعَتِيْ
 کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے
 لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

اور امام احمد نے عبداللہ بن یزید بن قیس عن ابی ہریرہؓ کی سند سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

مَنْ لَحِقَ بِسَلَمِ عَلِيٍّ عِنْدَ
 قَبْرِيْ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِيْ
 جب بھی کوئی شخص میری قبر کے پاس
 مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ

ارو علیہ السلام۔ میری درج کو میری طرف متوجہ فرماتا
 (المشرح الکبیر ۳۰ ص ۴۹)
 ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب
 دیتا ہوں۔

اس کے بعد امام عقیلی کا ذکر وہ بلا واقعہ بیان کیا۔

حضرت امام الشیخ منصور البہوتی کشف القناع میں فرماتے ہیں :
 فصل : جب آدمی حج سے فارغ ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبر مقدسہ
 کا کسی زیارت کرے کیونکہ اس سلسلہ میں حدیث وارد ہے جسے دارقطنی نے حضرت
 عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا :

من حج فزار قبری بعد
 جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد
 وفاتی فلانما ذارق فی حیات
 میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اس نے
 میری کاہرہ حیات میں میری زیارت
 کی۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے :
 من زار قبری وجبت
 جس نے میرے روضہ کی زیارت کی
 لہ شفاعتی۔
 اس کے لئے میری شفاعت واجب
 ہوگئی۔

پہلی روایت کے الفاظ سینہ سے مروی ہیں۔

شیخ ابن نصر اللہ نے کہا :

تنبیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کا استحباب لازماً اس کی طرف شہدِ اجل کے استحباب کو مستلزم ہوگا کیونکہ حاجی کے لئے شہدِ اجل کے سوا یہ سفر ممکن نہیں ہے۔ استحبابِ زیارت کی تصریح ہی ہے۔

(کشاف القناع ۲/ ۵۱۴-۵۱۵)

اور پھر اس کے بعد امام عقیلی کا قصہ بیان فرمایا :

اور مقتنی کے متن میں ہے کہ :-

جب حج سے فارغ ہو جائے تو حاجی کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ صاحبین کی قبور کی زیارت مستحب ہے۔

(المقتنی ۲/ ۲۵۸)

اور ایسے ہی "المبدع" شرح المقتنی لابن مفلح "میں ہے اور اس کو شارح نے مقرر رکھا بلکہ اس پر امام عقیلی کا قصہ زیادہ لکھا۔

امام ابوالحسن الروادی فرماتے ہیں : ۲۵۸-۲۶۰

"مائن کا قول ہے کہ وہ جب حج سے فارغ ہو جائے تو اس پر قبرِ انبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین کی قبور کی زیارت مستحب ہے۔"

یہاں مذہب ہے اور اسی پر اصحابِ علم و محبت متقدمین و متأخرین قائم ہیں۔

(الانصاف ۲/ ۵۳۱)

اور "ازاد المستقنع مختصر المقتنی" میں ہے ۔

اور قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین کی قبور مقدسہ کی زیارت مستحب ہے۔ (الروض المربع ۱۵۲)

یہ خلاصہ ہے اس کا جو کچھ فقہاء مذہبِ اربعہ نے مسئلہ زیارت میں بیان

اور اس سے معلوم ہوا کہ طلب زیارت وجوہاً وندباً پر ان سب کا اتفاق ہے۔ اور اس پر تاکید کرنے میں علماء نے سبقت کی ہے اور اس پر مسلمانوں کا عمل جاری ہے اور اہل عنایت کے لیے بقدر کفایت مذکور ہوا۔ اور مجتہد اس کو تسلیم کریں گے اس کی قدر کو پہچانیں گے اور اسی پر شہریں گے۔

اور معرفتِ دلیل کا شوق رکھنے والوں کے لیے تو تائیدِ زیارت نے اپنے مکتوبات پر قرآن و سنت اور اجماع امت سے استدلال کیا ہے۔



قرآن حکیم

اور

مسئلہ زیارتِ روضہ رسول ﷺ

قرآن حکیم اور سُنہ زیارِ روضہ رسول ﷺ

اگر تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ اِذَا ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ
بِمَا كَانُوا عَلَيْهِمْ فَاسْتَغْفِرُوا لِلّٰهِ وَ
اسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوْ جَاءَ
اِلَيْهِ لَوْ اٰثَابًا رَّحِيْمًا۔

اور جب کسی بھی وہ اپنی جانوں پر ظلم
کریں تو انہیں چپکے پاس ستر سے معاف
مانگیں اور رسول ان کی بخشش کے لئے
ستر پیش کرے تو وہ اگر کوئی قبول
اور دم کو بخیر پہنچائیں گے۔

یہ آیت کریمہ حیات و وصال دونوں حالتوں کو شامل ہے اور میں نے اس کو صرف
حالتِ حیات کے ساتھ مخصوص کر لیا وہ صحیح راستہ ہے جسکے بغیر کیونکہ فعل سیاقِ شرط میں علوم
کا فائدہ دیتا ہے اور علوم کے لئے سب سے اعلیٰ صیغہ وہ ہے جو سیاقِ شرط میں
واقع ہو۔ (ارشاد المغول ۱۲۲)

اور ہمارے استاد علامہ محقق المسید عبداللہ بن صدیق الغداری رحمۃ اللہ علیہ نے
فرمایا۔ یہ آیت عام ہے اور حالتِ حیات و وصال دونوں کو شامل ہے اور کسی ایک حالت
کے ساتھ اس کی تخصیص دلیل کی محتاج ہے۔ اور وہ یہاں منقول ہے۔
اور کوئی کہے کہ یہاں علوم کہاں سے آیا کہ حالتِ حیات کے ساتھ اس کی تخصیص

دلیل کی محتاج ہو۔ تو ہم کہیں گے کہ یہاں فعل شرط کے ساتھ واقع ہوا ہے اور کتب اصول میں یہ اصول طے شدہ ہے کہ فعل جب شرط کے تحت واقع ہو تو وہ علوم کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ فعل نحو کے معنی میں مصدر نکرہ کو متعین ہوتا ہے اور نکرہ جب سیاق نفی یا سیاق شرط سے واقع ہو تو یہ علوم کے لئے موضوع ہوگا۔

(رد المحتار المیتین ۴۴۱)

پس یہ اہمیت شریفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر حالت میں آنے کی طلب میں نص ہے کیونکہ اس میں "جاؤ وک" مقام شرط میں واقع ہے جو کہ علوم پر دلالت کرتا ہے۔

اور مفسرین کرام نے اس آیت سے محکم ہی سمجھا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کی گئی کہ انہوں نے اس آیت کے تحت امام عقیلی کی حکایت بیان کی ہے۔
امام ابن کثیر فرماتے ہیں۔

علاء کی ایک جماعت کہ ان میں سے شیخ ابو نصر الصباغ ہیں نے اپنی کتاب "المشامل" میں امام عقیلی کی مشہور حکایت ذکر کی ہے کہ عقیلی نے کہا:
میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس کے قریب بیٹھا ہوا تھا پس ایک اعرابی آیا اور عرض گزار ہوا

السلام علیک یا رسول اللہ میں نے سنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا
وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذَا ظَلَمُوا الْأَفْئُتَةَ جَاءُواكَ فَأَسْتَغْفِرُوا اللَّهَ
وَاسْتَغْفَرَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ لَوْ جَدَّ اللَّهُ لَوَابًا رَحِيمًا۔

تو میں آپ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے حاضر ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کو شفیع بناتا ہوں۔ پھر اس اعرابی نے یہ اشعار پڑھے۔
یا خیر من دفت بالقام اعظمه خطاب من طیبھن القام والاکم

نفسی الفد القبر انت ساکنہ فیہ العفاف خفیہ الجود والکرم
پھر اعرابی کوٹا اور میری آنکھوں پر اونٹنہ غالب آئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا :

اے عقی اعرابی کوٹا اور اسے بشارت دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش
دیا ہے ۔

۱۔ تحریف :

اس قصہ کو امام نووی دین کی فضیلت علم پرست سمجھتے ہیں اپنی کتاب "الادکار"
میں ذکر فرمایا ہے لیکن محقق نے ثابت کیا کہ گردن سے اٹکتے ہوئے بہت بڑی خیانت
سے کام لیا اور اس نفل سے اس قصہ کو بجا ختم کر دیا ۔ یہ حرف نسو "دارالحدیث"
الرباط سے شائع ہو چکا ہے ۔

ان لوگوں نے صرف اسی تحریف پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کی اور بھی مثالیں موجود ہیں مثلاً
امام نووی نے کتاب الادکار میں ایک فصل اس عنوان سے شامل کی ہے "فصل فی
زیارة قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا کارھا" امام
انہ یسبح لکن من حج ان یتوجه الی زیارة رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سوا ذلک حریقة اولم یکن فان زیارة صلی اللہ
علیہ وسلم من اعم القربات واربع المسامح وامنن الطلبات
لیکن محقق نے تمام عبارت میں تحریف کر دی اور اپنی طرف سے یہ عبارت لکھ دی :
فصل فی زیارة مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلم انہ
یشعب من اراد مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یکثر
من الصلاة علیہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی دونوں جگہ زیارت قبر اور زیارت رسول کی جگہ زیارت مسجد کر دیا ۔

اور اگر یہ حکایت سند صحیح سے ثابت نہ بھی ہو تو بھی کوئی بات نہیں کیونکہ بے غلہ
مفسرین کا اسے اس مقام پر بیان کرنا واضح کر رہا ہے کہ یہ آیت عموم کا نفاذ دیتی ہے۔
اور عرض احوال والی حدیث اس آیت کے عموم پر استدلال کی تائید کرتی ہے۔
اور اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں :

حیاتی خیرکم و مصافی	اسے میرے غلامو! میری حیات
خیرکم تحدثوں و یحدث	تہا کے لئے بہتر ہے اور میرا وصال
لکم و تعرض علی اعمامکم	بھی تہا کے لئے بہتر ہے۔ تم مجھ سے
فما وجدت خیرا احدی	میں نے نہ دیکھا کہ تم میں سے کوئی تہا کے ساتھ
اللہ و ما وجدت خیر	میں نے نہ دیکھا کہ تم میں سے کوئی تہا کے ساتھ
دلک استغفرتکم	مجھ پر پیش ہوتے ہیں پس ان کو اگر
	میں بہتر پاتا ہوں تو ان کی عذر دہی

تسلسلہ ۱ امام نووی کی یہ عبارت تھی لیکن محقق نے عبارت میں تحریف کر کے اس طرح کر دی
حدیث تعریف (ص ۲۹۵) میں ہے ۔

اثر کے احکام کا مذاق اڑانے والوں (منہجیوں) اثر سے ڈرنا اور دیکھ کر یہ کس طرح باطل کے
ساتھ باطل کی مدد کرتے ہیں۔ اس شخص نے باطل کی مدد کی اور علام نووی اور مذہب شیخی پر صوبت باوجود
۴۔

بول اوسمى الزحید و سلمنے سچ فرمایا ۔

اذا لم تستقم فاصنع ما شئت بے حیا و باکش ہرچ خواہی

ایسے فراروں کی تفصیل ہمارے بھائی علامہ سیہ حسن بن علی اسحاق باطنی (اثر تعالیٰ

اس کی مدد فرماتے) نے اپنی کتاب "الاغاثہ" ص ۱۸۲ میں بیان فرمائی ہیں ۔

کہتا ہوں اور اگر اس کے علاوہ پایا
تو تہا نے اپنے اثر سے بخشش طلب
کر لیا۔

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کا مفصل بیان ان فتاویٰ اثر آگے کر رہا ہے۔
آیت میں ایسے عوام کے باوجود جس میں کوئی شک نہیں کر سکتا ابن عبداللہادی
نے عجیب بات کہہ دی ہے کہ سلف و خلف نے اس آیت سے یہی سمجھا کہ صرف آپ کی
خاموشی حیات میں لوگ اگر سنا کر سن کر وائیں۔ (المصنوع الملکی ص ۴۲)
مجھے ان کے قول پر اتنا تعجب ہے کہ دور چوسنے میں نہیں آ رہے کہ وہ تو سلف
خلف ہر ایک کی شہادت کی نفی میں شہادت دے رہے ہیں اور انہوں نے صرف اسلاف
پر ہی بس نہیں کیا بلکہ خلف پر بھی تعدی کی ہے۔

لیکن جب ہم کتب تفاسیر و فقہ اور کتب مذاہب کے کلام کو ہمارے سامنے رکھیں
مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ تمام علماء نے اس آیت کو زیادہ تر کے موقع پر بطور دلیل
ذکر کیا ہے۔

کاش ابن عبداللہادی اپنے مذہب کی یہی کتب اور فقہاء و علماء کا اس آیت
سے استدلال حاصل کر لیتے تو کبھی ایسی بات نہ کہتے لیکن سچ ہے کسی شخص کی محبت
انہما اور بہرا بنا دیتی ہے۔

اور صدیقوں سے حجاج کرام ہمیشہ زیارت کے لئے حج سے پہلے یا بعد آئے ہیں
ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مغربی کا شرف حاصل کر رہے ہیں آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں اور اس کا جواب پاتے ہیں اور
دعائیں مانگتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں۔ ابن عبداللہادی کے دعوے کے رد کے
لیے تو مسلمانوں کا یہی عمل کافی ہے۔

اور مسلمان پر واجب ہے کہ وہ دلیل صحیحہ پر عمل کرے اور یہ نہ دیکھے کہ اس پر عمل کیا گیا ہے یا کہ نہیں۔

اور اس پر عمل سے صحت اس لئے روکتا شرع پر افترا ہے اور اس وجہ سے توقف کہ عمل نہ کرتا اس دلیل کے متعارف ہے تو یہ ان کا وہم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

فَلَا وَدِيلًا وَلَا يَوْمَنُونَ حَتَّىٰ
يَحْكُمُوا كَمَا فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ
حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَ
يَسْلَمُوا تَسْلِيمًا
اسے پیارے محبوب تھے رب کی قسم
وہ ہرگز سون نہیں ہو سکتے جب تک کہ جو
آپ حکم فرمائیں ان کے منکڑوں کی دریا
اس کو نہ مان لیں اور پھر وہ اپنے دلوں
میں حرج نہ پائیں جو کہ آپ فیصلہ فرمائیں
اور یوں تسلیم کریں جیسا کہ تسلیم کرنے

لاحق ہے۔

کسی مسئلہ پر دلیل اُجھانے کے بعد یہ دیکھنا کہ اس پر عمل ہوا ہے یا نہیں؟
سوائے عقد اور مہر و حرجی کے کچھ نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ تخصیص بغیر دلیل کے نہیں ہو سکتی اور جہاں عرف شرع میں
تخصیص پر کوئی دلیل نہیں
علامہ ابوبکر المراقی کی گفتگو

اس آیت سے علوم پر استدلال کرتے ہوئے علامہ ابوبکر المراقی نے عمدہ بات
کہی کہ

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ یہ اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
نیکی ہے کیونکہ اس کے بارے میں احادیث وارد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ
وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا الْآيَةَ

جب بھی وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ آپ کے حضور حاضر ہو جائیں اور
وہ آپ کے حضور حاضر ہو جائیں اور باثر سے بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لئے مستغفر
فرمائیں تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پائیں گے۔

کیونکہ آپ کی تعلیم آپ کی وفات سے منقطع نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ کہا جاسکتا
ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرما صرف آپ کی قابرہ حیات کے ساتھ خاص
تھا اور زیارت میں ایسے نہیں ہے کیونکہ بعض محققین علماء نے اس کا جواب دے
دیا ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے قراب اور رحم پانے کے لیے تین امور کے ساتھ مستحق ہے۔

گناہ گار کا آپ کی خدمت میں آنا، استغفار کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس
کے لئے استغفار فرمانا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا تو تمام مسلمانوں کے لئے ہے کیونکہ
آپ تمام مسلمانوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

وَاسْتَغْفِرْ لَهُ ذَنْبًا وَلَهُمْ مَنِّينَ اسے پیارے محبوب استغفار کریں
اپنے لئے اور تمام مومن مرد اور عورتوں
والمومنات ۔

(سورہ محمد ۱۹۰) کے لئے

پس جب اہل ایمان کا آپ کے پاس آنا اور آگے ان کا استغفار کرنا پایا جائے توبہ
وہ تینوں امور پورے ہو گئے جو اللہ سے توبہ اور اس کے لیے فرزدی تھے۔

اور تمام مسلمانوں کا زیارت قبر کے مستحب ہونے پر اجماع ہے جیسا کہ امام
نوعی نے ذکر فرمایا اور اہل عوام ہر نے تو اس کو واجب قرار دیا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ

(F.F. 172)

اور اصل کلام امام تقی الدین السبکی کی "شفاعة المقام فی زیارہ خیر الانام" میں ہے۔

محمد بن صالح العثیمین (رحمہ اللہ) نے اس آیت سے استدلال پر اعتراض کرتے ہوئے اپنے (فتاویٰ، ۱/۱۹۸) میں لکھا ہے :-
(۱) یہ عرف ہے جیسا کہ گذرا لیکن طرف مستقبل کے لئے نہیں بلکہ ماضی کے لئے آئے ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ :

ولو انهم اذا اظلمو بلکہ - اذ ظلموا - فرمایا ہے پس آیت اس حکم کو واضح کرتی ہے جو کہ آپ کی حیات میں واقع ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت کے بعد استغفار۔ قرآن ممکن اور مشکل ہے کیونکہ جب شخص وفات پا جائے تو اس کے اعمال منتقل ہو جاتے ہیں، سوائے تین اعمال کے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صدقہ تجارتیہ ، علم نافع یا صانع اولاد جو کہ اس کے لیے دعا کرے۔ تو یہ غفلت کے نئے ممکن نہیں کہ وہ موت کے بعد کسی کے سٹے استفادہ کرے بلکہ وہ تو اپنے لئے بھی استفادہ نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے اعمال منقطع ہو چکے ہیں :

شیخ غلثین کے اعتراض کا تجزیہ

میرے نزدیک یہ عقیم کی طرف سے بہت بڑی جرات ہے ہم انہیں عافیت
 مانگتے ہیں۔

کلمہ "اذا" مستقبل کے لئے بھی آتا ہے

(اذا) کا عربی زمانہ ماضی کے ساتھ اقتصاس میں ملتا ہے۔ کیونکہ کلمہ "اذا" ہیے فعل ماضی کے لئے استعمال ہوتا ہے ایسے ہی فعل مستقبل کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کے کئی اور معانی بھی ہیں جنہیں ابن بشام نے معنی الحبیت میں (۱: ۱۰۷) میں ذکر کیا ہے۔

عام ازہری نے اذا کے مستقبل کے لئے مستقل ہونے پر تصریح کرتے ہوئے "تضییب اللغة" (۱۵: ۴۸) میں کہا ہے عرب (اذا) کو مستقبل اور اذا (ا) کو ماضی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اذا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

ولو تری اذا فزعوا ۔ (سورہ سبا ۵۱)

میں کہتا ہوں کہ اذا ان آیات میں مستقبل کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ

اذا تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

ولو تری اذا وقعوا علی السار ۔ (انعام ۴۷)

ولو تری اذا وقعوا علی ربهم ۔ (انعام ۳۰)

ولو تری اذا الظالمون فی عذرات الموت ۔ (انعام ۹۳)

ولو تری اذا المجرمون نكسوا رؤسهم عند ربهم (السجۃ ۱۲)

ان تمام آیات میں اذا مستقبل کے لئے استعمال ہوا ہے لہذا عیشین کا یہ

کہنا کہ یہ صرف ماضی کے لئے استعمال ہوتا ہے غلط ہے ۔

۳۸ وصال کے بعد آپؐ کے بخشش کی سفارش کرنے پر دلائل

اور اس کا یہ کہنا کہ آپؐ کا وصال کے بعد بخشش کی سفارش کرنا ناممکن ہے
کیونکہ جب آدمی مرتبہ ہے تو اس کے تین اعمال کے سوا تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔
ہم کہتے ہیں کہ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفارش فرمانا کئی دلائل کی بنا پر ممکن ہے۔

۱۔ انبیاء قبور میں زندہ ہیں

حدیث صحیح میں ہے آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
الانبياء احياء في قبورهم انبياء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور
یصلون ۔ نمازیں پڑھتے ہیں ۔



مکتبہ المدینہ دہلی

اس کو امام حسینؑ نے "حیۃ الانبیاء" (ص ۱۵) میں 'امام ابوعلی' نے "مسند ابونعیم" (ص ۱۴۷، ۱۴۸) امام ابونعیم نے "اختیار صبیحان" (۴ : ۴۴) امام ابن ہدی نے "الکامل" (۷ : ۷۳۹) میں روایت کیا۔
 امام عیسیٰ نے "المجموع الزوائد" (۸ : ۳۱۱) میں فرمایا کہ ابوعلی کے روایت ثقہ ہیں اور حدیث کی کئی سندیں ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا

اور رسول المصطفیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :
 مروت علی موسیٰ و عسو میں حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرا
 قائم یصلیٰ فی قبرہ بنے تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔
 (مسلم شریف ۴ : ۱۸۴۵) مسند احمد ۲ : ۱۲۰، شرح السنہ للبخاری
 ۱۳ : ۳۵۱ وغیرہم)

علامہ ابن قیم نے قصیدہ نو نیم میں حیۃ الانبیاء پر کلام کرتے ہوئے لکھا
 والرسول اکمل حالۃ منہ بلا شئ و هذا ظاهر التبیان
 فلذلک کانوا بالحیۃ الحق من شہدائنا بالعقل والبرہان
 وہ بان نکاحہ لہر ینفسخ فساوہ فی عصۃ و حیان
 ولا جمل ہذا لم یحل لغير منہن واحد قمدی الأزمان
 أنیس فی هذا دلیل انه حق لمن کانت أذ قات
 (حضرات انبیاء کرام شہداء سے بے شک افضل و اکمل ہیں۔ اس پر ظاہر و دلیل
 ہیں کہ انھوں نے وہ ہمارے شہداء سے عقل و نقل کے لحاظ سے حیات کے زیادہ عقدا
 ہیں کیونکہ ان کا نکاح منسوخ نہیں۔ پس ان کی عورتیں عصمت و پاکیزگی کے ساتھ

متصف ہیں۔ اسی لئے ان کی بیویوں میں سے کوئی ایک بھی کسی غیر پر ہستی
دنیا تک حلال نہیں ہے۔ کیا اس میں ہر انسان کے لئے وہی نہیں کہ آپ ذیلاً
جاوید ہیں۔ (عنون مع شرح ابن عسلی ۲۱ : ۱۶۰)

۲۔ آپ نے تمام انبیاء کو جماعت کروائی

حدیث صحیح اور تواتر سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات
تمام انبیاء کرام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی۔ حالانکہ وہ تمام وصال فرما چکے تھے اور
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نمازوں میں تخفیف کے لئے آپ کو ٹوٹانا اور ان کے علاوہ
دیگر انبیاء کو آپ کا آسمانوں میں دیکھنا ثابت ہے۔
پس جب یہ ممکن ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے لئے استغفار کیسے
ناممکن ہو سکتا ہے؟

اور نماز کیا ہے؟ دعا، استغفار اور تفریح کا مجموعہ ہی تو ہے۔

۳۔ تمہارے بڑے اعمال پر میں بخشش طلب کروں گا

صحیح حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حیاتی خیرکم تھدئون	میری حیات تہا ہے بہتر ہے۔ تم
و یحدثکم و وفاتکم	مجھ سے گفتگو کرتے ہو اور تم سے گفتگو
خیرکم تعرض علی اعالمکم	کہ جاتی ہے اور میرا وصال بھی تہا ہے
فما رأیت من خیر حدث	میں نے بہتر ہے۔ ہم پر تہا ہے اعمال میں
اللہ علیہ و ما رأیت من شر	جائیں گے جس میں میں کو اچھا نہ محسوس گے
استغفرت لکم۔	تو اللہ کا لکھنا اور کریں گے اور اگر بڑے
	اعمال میں تو جانتے تھے اس سے بختر
	طلب کریں گے۔

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے بارے میں حافظ عراقی نے (طرح الغریب ۲: ۲۹۷) میں فرمایا۔ اس کی سند جید (مردہ) ہے۔ اور امام عیسیٰ بن عجمی نے (مجموع المزوائد ۹: ۲۴۱) میں کہا اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی کا صحاح کے راوی ہیں۔ امام سیوطی نے (الخصائص المکبر ۲: ۲۸۱) میں اس کو صحیح کہا۔

امام عراقی اور عیسیٰ نے جو کلام کیا ہے وہ صرف بزار کی سند کے بارے میں ہے ورنہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ حافظ سیوطی نے فرمایا ہے۔ اور اس پر تفصیلی کلام انٹرنیٹ پر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

ہم آپ کی دعا پر مغفرت ہر مسلمان کو حاصل ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا تمام مومنین کے لئے عام ہے چاہے کسی خوش نصیب نے آپ کی جاہلہ حیات کا زمانہ پایا ہے یا کسی حرمین نصیب نے یہ مبارک دور نہ دیکھا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَأَسْتَغْفِرُ لِمَن يَدْعُوهُ إِلَىٰ ذِي الْحُرَّةِ
وَالْمُؤْمِنَاتِ .

اے محبوب اچے تقاضوں اور عام

مسلمان مردوں اور عورتوں کے

گناہوں کی معافی طلب کرو۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت عظیم نعمت ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نصائح میں سے ایک ہے۔

سابقہ گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں تین امور کا ذکر ہے۔

۱۔ بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا۔

۳۔ اہل ایمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغفرت طلب کرنا۔
اور یہ تینوں چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری اور وہاں میں جاہل
و موجود ہیں۔

اعتبار سبب کا نہیں بلکہ عموم الفاظ کا کیا جاتا ہے

اور یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا چونکہ یہ آیت خاص لوگوں کے بارے میں نازل
ہوئی تھی لہذا انہیں کے ساتھ مخصوص رہے گی۔ کیونکہ یہ قاعدہ معروف و مسلم ہے کہ

العبرة لعموم اللفظ لا لخصوصه

عموم لفظ کا اعتبار ہوئے بغیر خصوصیت

بخصوص الاسباب۔

بھی وجہ سے تفسیری کرام نے اس آیت کو یہ سے عموم ہی سمجھا اور کہا۔ جو شخص
روضہ اقدس پر حاضر ہو اس کے لیے یہ آیت مباد کہ پڑھنا مستحب ہے۔ اس کے بعد
اللہ سے معافی مانگے۔

ذُكِرُوا أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ

جَاؤُوا ذَٰلِكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ ۚ وَ

اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لُوْحُودًا ۚ

اَللّٰهُ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

معافی مانگیں اور رسول بھی ان کے

بے شجاعت فراموشی تو فرورہا کہ

توبہ قبول کرنے والا مہربان پائی گئے۔

تفاسیر اور کتب مناسک کی استدلال پر تاہد

ہمارے سامنے مذاہب اربعہ کی تفاسیر اور مناسک حج پر لکھی ہوئی تصانیف

ہیں جن سے واضح ہے کہ اسی اہمیت کو یہ سے زیادت پر استدلال درست ہے۔
 ہم زیادہ دور کیوں جائیں یہ مقام ابو محمد ابن قدامہ حنبلی صاحب المغنی کو لے
 لیجئے جن کے مشفق ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ شام میں عام اونٹالی کے بعد ابن قدامہ سے
 بڑا فقیہ نہیں آیا۔

انہوں نے روضۃ اقدس کی حاضری کے وقت یہی اہمیت کو یہ ذکر کی ہے (۱۰۱۲ھ)
 جیسا کہ اسی کتاب میں پچھ () ذکر ہو چکا ہے۔

اور طریقہ زیارۃ قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا ہے۔
 پھر روضہ شریف پر حاضر ہو۔ قبلہ کی طرف پشت کرے اور روضۃ اقدس کی
 کی درمیانی جالی کی طرف رخ کر کے یوں عرض کرے:

السلام علیک ایہا النبی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر
 ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سلامتی اور اثر کی رحمت و برکتیں ہو
 السلام علیک یا نبی اللہ و اے اللہ کے نبی اور اس کی تمام
 خیرتہ من خلقہ۔ مخلوق سے افضل ترین ہستی۔

آگے چل کر کہا:

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود عرض کرنے کے بعد یوں عرض کرے:

اے اللہ تیرا ہی فرمان ہے اور تیرا فرمان سچ ہے:
 وَكُنْ أَنتُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ اگر وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر چکے ہیں تو
 يَا أَيُّهَا اللَّهُ مَا سَتَعْمُرُكَ اللَّهُ وَ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور اللہ
 اسْتَغْفِرْ لَهُمُ الْمُرْسُولَ لِيَجْذِبَا تمنا ہے مغفرت مانگیں اور نبی مستحکم
 اللَّهُ قَوْلَانَا رَجَيْنَا۔ بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں تو
 وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرے گا

رم فرمانے والا پائیں گے۔

وقد آتیتك مستغفراً من
ذنوبك متشفعاً بك الى ربك
فاستل يا رب ان توجب
لي الغفرة كما اوجبتنا لمن
اتاه في حياته الثم اجعله
لؤل الشافعين وانجح
الساثلين والكرم الاخرين
والاولين برحمتك يا
ارحم الراحمين .

میں اپنے گناہوں کی بخشش کا طلبگار
ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ
میں شفاعت کی امید بے حاشیہ ہو
گی ہوں اور اسے میرے رب میں
تجسس سے اجتناب کروں کہ تو میرے
بے بخش ثابت فرما دے جیسے تو نے
اس شخص کے بے بخش فرمائے جو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں
آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسے

اللہ سے سب سے زیادہ رحم فرماتے
والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی
رحمت کے ساتھ سب سے پہلا شفاعت
فرمانے والا اور کامیاب سوالی کرنے
والا انگوں اور پھلوں میں سب سے
زیادہ عزت والا بنادے۔

پھر اپنے والدین بھائیوں اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔
(آپ کا کام اقتدار کے ساتھ ختم ہوا)

تمام امت کے نیک اعمال کا اجر آپ بھی پار ہے ہیں

مشیخین کی اس بات پر کلام باقی رہ گیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال فروا گئے

ہیں تو میں اعمال کے سوا ایک عمل کا اسکا ہی ختم ہو گیا..... آمین

میں کہتا ہوں کہ ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے کلمات اور خصوصیات ہیں جو کسی دوسرے میں نہیں پائی گئیں۔ اور یہی بات ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "المصارف المسلول علی مشاتم الرسول" جو کہ ان کی تمام تصانیف سے اچھی ہے، میں کہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات قیامت تک بلند ہوتے رہیں گے۔

اور یہ بات تو مسٹر اور ضروریات دین میں سے ہے اور کتب حفاظ و دلائل النبوة، شفاء شریف وغیرہ اور اس کی تخریج میں اس چیز کو ثابت کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من دعا الی ہدی کان لہ جس شخص نے ہدایت کی طرف دعوت
من الاجر مثل اجر من دی اس کے لیے اتنا اجر ہے جتنا
اتبعہ لا ینقص من اجرہم پیروی کرنے والوں کا جبکہ ان کے
شیئا۔ (مسلم شریف) اجر و ثواب میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔

یہ تمام اعمال صالحہ جو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے جو صادر ہو رہے ہیں یہ تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق سے ہی وابستہ ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ کا ثواب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور آپ اس سے منتفع ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ امت کے اجر و ثواب میں بھی کچھ کمی واقع نہیں ہوتی۔

اسی درست دلائل کے بارے میں ابن تیمیہ نے (فتاویٰ ۱: ۱۹۱) میں کہا ہے:
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح دعایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جس نے ہدایت کی دعوت دی اس کے لیے اتنا ہی ثواب ہے جتنا پیروی

عمل کرنے والوں کے لیے، جب کہ ان کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔

امت جو نیکیاں اور اعلیٰ خیر کر رہی ہے اس کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بلائے والے ہیں۔ پس جو عمل بھی امتی کریں اس کا ثواب و اجر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچتا رہتا ہے۔ اور امتیوں کے اجر میں بھی کمی نہیں ہوتی۔ حاصل کلام یہ کہ یہ بات کرسے وقت اپنی دشمنی مہل گیا ہے۔

ہم اثر کی پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ اومی بغیر علم کے اثر کی کتاب میں کلام کرسے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں گت غی کرسے ہونے زیادتی کرسے۔

مختل میلا دی اعتراضات
علمی محاسبہ

تالیف
مفت محمد حسان قادری

دارالحدیث دہلی
مکتبہ دارالحدیث دہلی

دوسرا باب

احادیثِ رسول ﷺ

۱۳

زیارتِ نبوی

اس سلسلہ میں احادیث دو طرح کی ہیں :

۱۔ ایسی احادیث جو مطلق زیارتِ قبور پر دلالت کرتی ہیں اور یہ متعدد الفاظ کے ساتھ مروی اور حدیث کو ترک کو پہنچی ہیں جیسا کہ نظم المختار ۸۰۰ - ۸۱ اور اختلاف ذو الفقار کل المشتہر ۹۷۰ میں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو زیادہ مشہور الفاظ مروی ہیں وہ ہیں :

كنت قد نعتكم من زیارة میں نے تمہیں قبور کی زیارت سے منع
القبور فنزور وہاذا نفاتذکر کیا اب زیارت کی کر دیکھ کر یہ آخرت کو
الآخرة۔ یاد دلاتی ہے۔

اور یہ الفاظ بھی ہیں :

فمن اراد ان یزور القبور زیارتِ قبور کرنے والا زیارت کرے
فلیزد ولا تقولوا هجراً اور بڑا لڑائی

اسے امام نسائی نے اپنی سنن ۴۰ : ۷۳ میں روایت کیا ہے۔

اور فعل شرط کے ساتھ عموم کا فائدہ دیتا ہے اور کوئی حدیث اس کی تخصیص نہیں

ہے۔ اور پیار سے آقا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور تمام قبور سے علی الاطلاق افضل
علی ہے اور وہ زیارت کی زیادہ حق دار ہے۔

یہاں ایک اشکال بھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

جب صولی علم رشتہ داروں اور مسلمان بھائی کی زیارت اور تہنیت کے لیے سفر کے جواز پر تمام کا اتفاق ہے تو کیا وجہ ہے کہ احادیث زیارت قبور کو مخصوص کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ اس کا جواز عدم سفر کے متصل ہے۔
 بلاشبک جو صلیح زیارت قبور کی احادیث کو مفید کرتا ہے وہ عقل و فکر سے عاری ہے۔

نتیجہ

لفظ زیارت سے لازم آتا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جایا جائے۔ پس شارع علیہ السلام نے ایک جگہ سے دوسری جگہ زیارت کے لیے جانے پر ابھارا ہے۔
 اور اگر یہ کہا جائے کہ ابن تیمیہ نے المرید علی الاثنائی ۱، ۷۰ میں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ضرور والقبور (قبور کی زیارت کرو) یہ صرف مطلق زیارت یا اس کے استیجاب یا جواز پر مال ہے لیکن اس سے سفر کرنا نہ تو استیجاباً لازم آتا ہے اور نہ ہی اباحتاً۔

سیری گذارش یہ ہے کہ حدیث عام ہے اور اس کو خاص میں کوئی چیز بھی نہیں مگر حدیث اصول سے شدد ہے کہ جب کوئی شے پائی جائے گی تو اپنے تمام لوازم کے ساتھ پائی جائے گی۔ اور پھر اس پر مزید یہ کہ جب زیارۃ ائمتہ کے ساتھ متعلق ہے تو کوئی دلیل اس کو منع کرنے والی نہیں ہے۔

اور اختلاف کے وقت رجوع شرع کی طرف کرنا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

فان تنازعتم فی شئ فردوه
 الی اللہ والرسول ان کنتم
 پس اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو
 اسے اللہ اور اس کے رسول کے حضور

تومنون بالله واليوم الآخر رجوع کرو۔ اگر اٹھ اور دو زیارت پر
 ذلك خیر و احسن تاویل۔ ایمان رکھتے ہو۔ یہ ہر جہ اور اس کا
 (الفتاویٰ ۵۹۰) انجام سب سے اچھا ہے۔

اور شارع علیہ السلام نے سفر کو زیارت کا نام دیا ہے جس میں تاویل کا احتمال

ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

ان رجلاً زاراً أخاه في قرية
 اخبرني فارصد الله عني
 صد وجته ملكاً خافاً في عليه
 قال : من تريد ؟ قال : أريد
 أخا في تلك القرية قال :
 هل لك عليه من نعمة
 تربعا ؟ فقال : لا خیر
 أفني أحبته في الله عزو
 جل : فقال في رسول الله
 الميثان ان الله احبكم كما
 احبته ۔
 ایک شخص اپنے بھائی کی عداوت کرتے دوسری
 بستی میں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انکے ہاتھ میں ایک پتھر
 مقرر کیا۔ جب وہ شخص اس فرشتے کے پاس پہنچا
 تو اس نے پوچھا کہیں کا رہو ہے؟ کہنے لگا میں
 بھائی ملک کاؤں میں ہے۔ اس کی اس بات پر وہ
 ہے۔ فرشتے نے کہا کیا تمہارا اس پر کوئی احسان ہے؟
 جس کی تکمیل چاہتے ہو اس شخص نے کہا نہیں مجھے
 اسی سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے محبت ہے
 فرشتے نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے میرے پاس بھیجا
 ہے بے شک اللہ تعالیٰ کو تم سے محبت ہے
 جیسے تمہاری بہت بھائی سے محبت ہے۔

(صحیح مسلم ، ۴ : ۱۹۸)

پس شارع علیہ السلام نے ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف سفر کو زیارت
 سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور لفظ زیارت میں سفر اور عدم سفر دونوں کا احتمال ہے۔
 اور لفظ زیارت کو دونوں میں سے ایک کے ساتھ مخصوص کرنا کہ زیارت صرف

جیز سفر کے ہی سے قوت نص پر سینہ زوری اور زیادتی ہے اور اصول شرع کی مخالفت

قائدہ

حافظ ابوذر عراقی نے حلوہ التثویب ۲: ۳۴ میں کہا ہے کہ میرے والد ماجد حافظ الکبیر ولی اللہ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ سکایت کرتے ہیں کہ میں شیخ زین الدین عبد الرحیم بن رجب الحنبلی کے ساتھ تھا کہ جب وہ حضرت خلیل علیہ السلام کے شہر کی طرف جا رہے تھے۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو شیخ ابن رجب نے کہا میں حضرت خلیل علیہ السلام کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت کرتا ہوں تاکہ میں ابن تیمیہ کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے زیارت کے لیے خیر رجال سے بچ سکوں۔ تو میں نے کہا کہ میں قبر خلیل علیہ السلام کی زیارت کی نیت کرتا ہوں۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہے :

لا تشد الرحال الا الى

ثلاثة مساجد :

کعبہ کے سوا کسی طرف بھی

کجاوے دیکھے جائیں اور آپ نے

چوتھی مسجد کی طرف کجاوہ کیا ہے۔

اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے :

فروا القبور

قبروں کی زیارت کیا کرو

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان مبارک میں قبور انبیاء کا استثناء فرمایا ہے؟ تو اس پر ابن رجب مبہوت و خاموش ہو گئے۔

امام عراقی کبیر، حافظ فقیہ اور بہت بڑے اصولی سمجھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمام پر

درم کرے ۔

بلاشبہ جو شخص ان احادیث کو معینہ کرے گا جو کہ مطلق زیارتِ قبور میں وارد ہیں تو وہ بھٹک گیا (فست دبر)

۲۔ دوسری وہ احادیث ہیں جو حفظِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ منورہ کی زیارت میں وارد ہیں ان میں سے وہ حدیث شریف ہے جو کہ صحت کے بعض ائمہ نے اس کو صحیح اور بعض نے حسن کہہا ہے جیسا کہ محدث ابن السکین امام السبکی اور سیوطی اور اس کے حسن ہونے پر امام ذہبی کی عبارت میں بھی تصریح ہے ۔

ان احادیث میں سے سب سے اچھی سند کے لحاظ سے وہ حدیث جو کہ اس سند سے مروی ہے ۔

موسس بن ہلال العبدی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے

عن عبد اللہ بن عمر العمری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وعبید اللہ بن عمر العمری نے فرمایا جس نے میری قبرِ منورہ کی زیارت

عن نافع عن ابن عمر قال کی اس کے لئے میری شفاعت واجب

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من زار قبری

وجبت له شفاعتی ۔

صحیح یہ ہے کہ عبدی نے العمري صغیر اور کبیر دونوں سے روایت کی ہے اور العمري الکبیر میں اگرچہ کچھ کلام ہے لیکن وہ حسن الحدیث ہے اور امام ابن معین نے اس کی روایت عن نافع میں فرمایا کہ یہ صالح اور ثقہ ہے ۔

ضروری ہے کہ ہم قاری کی نظر اس طرف متوجہ کریں کہ ابن الحادادی جس نے العمري الکبیر کے بارے میں تمام جرحی کلمات نقل کئے ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حسن الحدیث

ہے اور اس حدیث کو "تنقیح التحقيق" ۱: ۱۲۲ میں حسن قرار دیتے ہوئے کہا ہے :

امام الجرح والتعديل ابن مہیین وغیرہ کہ جن آثار نے المعری الکبیر کی حدیث کو قبول کیا ہے وہ جنت ہے ۔

اور یہ موسیٰ بن ہلال الجہدیؒ اس سے بہت سارے ائمہ دین نے روایت کی ہے ۔ اور وہ امام احمد کے شیوخ میں سے ہیں ۔ اور امام ذہبی نے امام احمد سے ان کے ہاں سے میں نیز ان (۲: ۲۶۶) میں نقل فرمایا کہ وہ صالح الحدیث ہے اور امام ابن عدی نے کہا :

ارجوا ان لا یأس جہ ۔ میرے خیال میں اس روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔

اور احادیث زیارت میں سے ایک وہ حدیث ہے جو سنن ابی داؤد میں امام ابی داؤد بھستانی کے طریق پر صالح الاستیجاب ہے یعنی اس سے احتجاج کیا جاسکتا ہے ۔ اور اپنے مقام پر انشاء اللہ مفصل آئے گا ۔

صحیح اور متصل قول یہی ہے کہ احادیث زیارت ثبوت دعویٰ پر قیام دلیل کی صحت رکھتی ہیں اور میں نے ان پر موضوع ہونے کا حکم لگایا جیسا کہ بعض کا زعم باطل ہے تو یہ بہت بڑی جرات ہے ۔

تیسرا باب

زیارت اور اجماع اُمت

www.al-farooq.com

جس علامہ کرام نے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے ان میں سے تاحضیٰ میاں ناگی ہیں۔
 آپ نے الشفا بحریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا۔
 زیارۃ قبرہ صلی اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدسہ کے
 وسلم سنۃ من سنن المسلمین زیارت مسلمانوں کے اعمال میں سے ایسا
 مجسم علیہا و فضیلۃ منسوب عمل ہے کہ اس پر اجماع ہو چکا اور یہ
 فیہا۔ (الشفا ۱: ۴۳) ایسی فضیلت ہے کہ جس کی ترغیب
 دی گئی ہے۔

علامہ شوکانی "فیہ الاوطار" میں لکھتے ہیں :

جس نے روضۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو جائز قرار دیا اس نے یہ دلیل
 بھی دی ہے کہ حج کا ارادہ کرنے والے مختلف مذاہب اور عقائدوں سے تعلق رکھنے والے
 مسلمانوں کا ہمیشہ سے دستور چلا آ رہا ہے کہ زیارت روضۃ منورہ کے لیے مدینہ پہنچتے
 ہیں اور اس کو افضل ترین اعمال میں شمار کرتے ہیں اور ان کی طرف سے اجماع ہے۔

(فیہ الاوطار ۳ : ۱۱۰)

اور مولانا عبدالحی کھٹنوی نے "ابرازالنہی الواقع فی شفا والنہی" میں

لکھا ہے :

جہاں تک نفس روضۃ مقدسہ کی زیارت کا معاملہ ہے تو ابن تیمیہ تک علماء اہل امت
 اہل ائمہ ملت میں سے کسی نے بھی عدم جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ سب نے ہاتھ ملایا ہے

افضل ترین عبادات اور بلند ترین اعمالوں میں شمار کیا۔ اس میں تو اختلاف ہے کہ یہ زیارت مستحب ہے یا واجب! بہت سارے علماء نے فرمایا یہ مستحب ہے جبکہ بعض مالکیوں اور تمام اہل ظاہر (غیر مقلدین) اسے اس کو واجب قرار دیا ہے۔ اور احناف میں سے اکثر نے اس کو واجب کے قریب قرار دیا ہے اور احناف کے نزدیک جو چیز واجب کے قریب ہو وہ واجب کے ہی حکم میں ہوتی ہے۔ اور سب سے پہلے جس نے اجماع کو قوی اور ایسی شے لایا کہ اس سے پہلے کسی عالم دین نے ایسی بات نہ کی، صرف اور صرف ابن تیمیہ ہے۔

کلام ائمہ کی غلط تاویل اور اس کا رد

اور مخالف زیادہ اس کے متعارض کئی قہمات پیش کرتا ہے لیکن کوئی اعتراض اس کا ایسا نہیں جو تسلی و قناعت بخش ہو۔ ابھی بے سرو پا باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اس اجماع مذکور کا تو معرّف ہے لیکن کلام علماء میں تحریف کرتا ہوا کہتا ہے کہ ان لوگوں کا مقصود بغیر شہد رجال کے زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور اگر شہد رجال پایا جاتا تھا تو پھر ان کا مقصد سفر زیارت مسجد کے لیے ہوتا تھا۔ لیکن اس کا یہ ٹکڑا اور تاویل بالکل باطل ہے۔ حضرات فقہاء و علماء کی سابقہ تصریحات اس تاویل کو باطل کرتی ہے۔

ایک لاکھ نماز کا ثواب چھوڑ کر ہزار نماز کا ثواب لینے کون جاتا ہے!

کون شخص ہے جو اس سفر کی مستحق صرف ایک ہزار نماز کا ثواب پانے کے لیے اٹھائے جبکہ اس کے لیے ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ثواب کا حصول ممکن ہو تو کون شخص ہے جو اتنے بڑے ثواب کی قربانی دے؟

بلانک و شبہ میں سنے بھی میرے لیے کی طرف سنانی سفر باندھا اور اتنا خرچ کیا جو غیر
سفر صرف اور صرف اسی بقعہ مبارکہ کی زیارت کے لیے ہے کہ جس میں عیب و عیب حاصل
و امام افرطین و سید ولد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام آرام فرما ہیں (اللہ تعالیٰ مزید اس
بقعہ پر برکت فرماتے اور اس کی فضیلت و شرف کو دو بلا فرماتے)۔

کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ہم مسجد نبوی علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کے
حکم ہیں۔ مگر گزیر گزشتہ ہیں۔

مسجد نبوی کی فضیلت اپنی جگہ مسلم لیکن یہ مسجد حرام سے فضیلت میں کم ہے
جیسا کہ نص۔ وارد ہے۔

اور مگر فقط سنانی سفر باندھا صرف اور حاصل کرنے کے لیے ہی ہے تو میرے حرام
اسی سے زیادہ اولیٰ واقع ہے۔

کیا مسجد نبوی کی طرح مسجد اقصیٰ کا بھی قصد کیا جاتا ہے

خود فکر کو اللہ ہم پر رحم فرمائے! کیا مسجد اقصیٰ کی طرف رقت سفر باندھا جاتا
جیسا کہ مسجد نبوی کی طرف باندھا جاتا ہے۔ مگر مسجد اقصیٰ کی بھی فضیلت مسلم ہے
یہ بہت واضح اور قطعی دلیل۔ اور قوی برہان ہے کہ جو ان کے عزائم اور مقصود پر ابھار
رہا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہی تو ہے۔

اسے مخاطب اس بات پر دھیان رہے کہ صرف مسجد نبوی کی طرف سنانی سفر
باندھنا یہ بین تمیز سے چھپے کسی شخص نے بھی نہیں کیا۔

حاصل حرام یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کی زیارت کے جواز پر قوی اور
عملی حجت ایسے ہی ظاہر و ثابت ہے جیسے کہ پہاڑ انکار ڈالے ٹھوس ثابت
ظاہر ہیں! واللہ اعلم بالصواب (تتمہ دعائے زیارت)

اور پھر جو الفاظ امام مائیک سے زیارت گنبدِ خضرتی کے بارے میں وارد ہیں وہ اجماع کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ان الفاظ کا جواب داخلِ اجنبی کے اصحاب سے واضح کر دیا ہے جیسا کہ اس پتے محل پر اس کا بیان ہے۔ اور اسی کے مثل معاصر ہے امام محمد الجبرینی کے الفاظ کا جو کہ نذر کے متعلق ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق زیارتِ مودتہ مقدسہ سے ہو کر نہیں ہے۔ جیسا کہ امام تقی الدین السبکی نے شفاء السقام۔ ص ۱۲ تا ۱۴ تحقیق کی ہے۔



قرآن مجید

لائت الرجال کا صحیح مفہوم !

یہ حدیث شریعت زیارت کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی۔
 مختصری طور پر یہ کہ سابقہ مدی ہجری میں تنہا ابن تیمیہ نے سفر زیارت النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم کے منع ہوتے پر فتویٰ دیا۔ اور اس کے شاگرد ابن عبد البر نے
 اس کے فتویٰ سے اکثر جگہ پر نقل کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے صرف زیارت نبوی کے
 لئے سفر کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔
 اور ابن تیمیہ کے فتویٰ حالت اور مناظرات و تصنیفات اور اس کے فتوے
 کا تقاب کیا گیا۔ اور اکثر علما کرام نے اس کے رد میں کتب و مقالات لکھے۔

الحافظ الامام ابن حجر عسقلانی

نے اس مسئلہ کی طرف اشارہ کرنے کے بعد فرمایا۔
 ماضی کلام یہ کہ ماضی نے ابن تیمیہ پر یہ الزام لگایا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے دو مقدس کی طرف سفر کرنے کو حرام کہتا ہے۔
 چر حافض صاحب نے فرمایا۔

کہ یہ مسائل میں سے بدترین مسئلہ ہے جو ابن تیمیہ سے مندرجہ ہے۔

(الفتح الباری ۶/۵)

امام حافظ ابو زرعه العراقي :

نے اپنے بعض جوابات جو کہ الاجوبۃ المرفیۃ من الاسئله المکیۃ کے نام سے مشہور ہیں اس میں ایسے مسائل تحریر کیے ہیں جن میں ہمیں تیسیر، متفرد و تنہا ہے۔

فرماتے ہیں تیسیر کے بہت قبیح مسائل میں سے مسئلہ طلاق اور مسئلہ زیارت ہے اور ان دونوں کا مد بلوغ امام تقی الدین السبکی نے کہا ہے اور اس مسئلہ میں مستقل تصنیف لکھی ہے اور بہت خوب مد کیا ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر "طرح القریب" نام میں فرمایا۔ اور شیخ ابن تیمیہ اس مقام پر عجیب قبیح کلام صادر ہوا ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کی طرف سلطان سفر باندھنے کی حرمت کو متضمن ہے۔ یہ کلام بھی نہیں بلکہ اس کی ضد ہے۔ اور اس پر امام تقی الدین السبکی نے شکار السقام میں اس کا خوب مد کر کے اہل ایمان کے دلوں کو شفا دی ہے۔

حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلانی

نے ان مسائل میں مجھ میں ابن تیمیہ متفرد ہے کہ اسے میں مرثدا فرمایا کہ ان مسائل میں سے وہ مسئلہ شیعہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر پر جانا گناہ ہے لہذا اس میں نماز قصر نہیں کی جائے گی۔ اور اس مسئلہ میں وہ حد سے گورگی حال نکو اس سے پہلے مسلمانوں میں سے کسی ایک عالم نے بھی ایسی بات نہیں کی۔

اس کے اس قول سے امت میں فتنوں کا دروازہ کھول دیا اور اللہ اس کا فیصلہ فرمائے اور اس کے فیصلوں کو کوئی روک نہ سکا۔

ابن تیمیہ کی سب سے بڑی دلیل کا تفصیلی رد

ابن تیمیہ کی دوسری دلیل کی طرف ہم سفر پر سب سے بڑی دلیل یہ حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَشُدُّوا حَالَ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَاجِدِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا -
 سَا مَنَ سَفَرْتُمْ بَانْدَا جِلْدِي سَوَاسِي
 اِنْتَن مَسَاجِدِ كِي مَسْجِدِ حَرَامِ -
 مَسْجِدِ قَعْنِي اَوْر مِیْرِي اِس مَسْجِدِ كِي -

ترجمہ: اس سے مسجد لال سے۔ کالنی و ہمد سے جواب دیا گیا ہے۔
 اس اس حدیث میں استثناء مفرغ ہے (کہ یہاں مستثنیٰ منہ مقدم ہوتا ہے)۔
 لہذا مستثنیٰ منہ مقدمہ متکلاً ذی ہے۔ وہ اگر عام ہو تو اس کے لیے مستثنیٰ منہ بھی عام ہی نکال دینے کا کچھ حکم استثناء معیار علوم ہے تو آپ عبارت یوں ہو گی۔
 لَا تَشُدُّوا حَالَ إِلَّا مَكْنَ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَاجِدِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا -
 سَا مَنَ سَفَرْتُمْ بَانْدَا جِلْدِي سَوَاسِي
 اِنْتَن مَسَاجِدِ كِي مَسْجِدِ حَرَامِ
 قَرِیٰ بَات بِالْہِدَاہِتِ بَاطِلٌ ہے۔ کہہ لیں اس صورت میں ہر سفر منع و ناہائز ہو جائیگا۔

مسلمہ نحوی قاعدہ

لیکن یہ عناصر واضح رہے کہ مستثنیٰ متقل کے لیے مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہونا ضروری ہے۔

شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (شرح المکوک المنیر ۲/۲۸۶) میں استثناء مفرغ

نہتے مجھ سے کہا۔ غیر جنس سے بھی اشتداد صحیح نہیں ہوتا جیسے کہ ہمارے اقوام اور قوم
آئی سوانے گدھے کے) کیونکہ اگر ہمارے قوم میں داخل نہیں ہے یا جیسے۔

عنہی عاقۃ وہو الذی لا
تیرے پاس سرور جم نہیں سوائے دنیا
کے۔

صحیح روایت کے مطابق امام احمد سے بھی یہی مروی ہے اور ہمارے صاحب
(حنابلہ) میں سے اکثریت نے اس کو اختیار کیا ہے۔ امام عزیزی نے (المنقول و المردود)
میں اسی کو پسند کیا ہے۔

جس نے بھی غیر جنس سے اشتداد کے جواز کا قول کیا ہے تو وہ مجازاً ہے۔
کیونکہ حقیقی طور پر یہ کہا صحیح نہیں کہ ہم اقوام الاحرار (قوم کھڑی جتنی سرگدھا) میں
اگر اس سے مراد مجازاً ہے و قوت اولیٰ ہو تو ہر جائز ہوگا۔ ابی ہدیان نے "المدخل
۱۱۷" میں اسی طرح بیان کیا ہے اور اسی میں ہے کہ "الغریقی نے مختصر میں کہا
ہے جس نے کسی شے کا اقرار کرتے ہوئے غیر جنس سے اشتداد کیا تو یہ اشتدا
باطل ہوگا۔

اور امام ابو اسحاق شیرازی نے (اللمع ص ۳۳۰-۳۳۱) مع خرر نوحۃ
المشاعی فی شیعہ بھی بیان لکھ میں اس بات کو واضح کیا کہ غیر جنس سے اشتداد
قبیل مجاز ہوتا ہے۔ مختار قول یہی ہے کہ مستثنیٰ کا مستثنیٰ مذکی جنس سے ہونا ضروری
ہے اور یہی مذہب حنابلہ کا ہے اور میں نے اس کے سوا کوئی جائز کہا ہے تو ہمارا
کہا ہے۔ لہذا اس مسئلہ میں ملحد کا اختلاف نہیں بلکہ اتفاق و اتحاد ہے۔

جب یہ اصول واضح ہو گیا تو اب اس حدیث میں مقدمہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کا
جنس ہی سے ہر گاہ تو اب عبارت حدیث یوں ہوگی۔

لا تشدوا الرجال الی (مسجد) الا
کہ تم نہیں مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف

کا مطلب یہ ہے کہ وہ قروح اور دھت میں مستثنیٰ کے مناسب ہو مثلاً آپ کہتے ہیں
 مارا بیت الا زیداً۔ آپ تقدیراً عبارت یوں ہوگی مارا بیت رجلاً او اعداً الا زیداً
 یہ نہیں ہو سکتی، مارا بیت مشیاء او حیواناً الا زیداً۔ تو اسی اصول کے تحت حدیث
 شریف کی عبارت یوں ہوگی۔

لا تشد العرجل فی مسجد الاالی ان تجن مساجد کے علاوہ کسی مسجد
 ثلاثہ مساجد۔ کی طرف سنان مقرر نہ دیا جائے

اس مسئلہ پر ہمارے دفتر میں بدو نظامیہ میں کئی ملاحظے ہوئے ہیں اور طریق
 میں سے ہر ایک نے اس پر کتب کیں ہیں یاں ہم اس کی تفصیل میں نہیں جاتے۔

امام بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں

مشاویر سفر سے گناہ ہے کیونکہ وہ سفر کے لیے لازم ہے اور یاں مستثنیٰ
 مقرر ہے۔ پس تقدیر کو ہم یوں ہوگا۔

لا تشد العرجل فی موضع او کہ کسی جگہ اور مکان کی طرف سنان مقرر
 مکان نہ دیا جائے۔

سوال: اگر گناہ ہے کہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ اس کے مواکیب میں مکان یا جگہ کی طرف
 مقرر نہ کیا جائے مگر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت کے لیے بھی سفر کرنا ناہانز ہو
 جائے گا۔ کیونکہ مستثنیٰ مقررہ میں مقدم مستثنیٰ مشاویر اعم العام ہونا چاہیئے۔

جواب: تو جہذا جواب یہ ہوگا کہ یاں اعم العام سے مراد یہ ہے کہ وہ مستثنیٰ کے
 قروح اور دھت میں مناسب ہو مثلاً۔ مارا بیت الا زیداً تو یہ تقدیراً عبارت یوں
 ہوگی۔ مارا بیت رجلاً او اعداً الا زیداً ایسے عبارت نہیں ہوگی مارا بیت حیاء او حیواناً
 زیداً۔ پس یاں اس حدیث شریف میں بھی اسی اصول کے تحت عبارت یوں ہوگی۔

حدیث سے اس معنی کی تائید

اور مستثنیٰ منہ کی تعبیر میں شہر بن حوشب کی روایت مشہور ہے اس کو امام احمد نے (مسند امام احمد ۶/۴۱۴ و ۶/۴۱۵) میں اور ابو یعلیٰ نے اپنی (مسند پروردگار) میں روایت کیا ہے۔

امام ابن حجر مستحسانی نے (فتح الباری ۶/۵۴) میں فرمایا شہر بن حوشب، حسن الحدیث ہے، ترجمہ اس میں قدسے صنعت ہے۔ اور اس کو امام ذہبی نے اپنی کتاب (فیمن تکلف فیہ وہو موثق من ۱۰۰) میں بیان فرمایا ہے۔ تو یہ دواویٰ ان میں سے ہے کہ جن کی روایت امام ذہبی کے نزدیک بھی حسن ہے یہ دونوں جلیل القدر امام ترمذی حفظ اور معرفت رجال کے جتہ دیانہ پانڈے وہ شہر بن حوشب کی حدیث کو "حسن" قرار دے رہے ہیں تو اب وہابی، کاشغری و غیرہ قائل ہیں تو میری نہیں اور اس کا واضح رد بھی پہلے مقام پر آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس لئے شارحین حدیث نے بھی مسجد بن کو مستثنیٰ منہ مقدم کیا ہے

علامہ کرمانی

علامہ کرمانی نے (شرح صحیح بخاری ج ۱۶) میں "إلى ثلاثة مساجد" پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔

یاں استثناء مفرغ ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ یہاں مستثنیٰ منہ مطلقہ تھا چاہیے ہو کہ لفظ موضح یا مکانی ہے تو بے شک اس کا معنی یہ ہر گاہ کہ یہ مساجد کے علاوہ کسی جگہ بھی سفر جائز نہیں حتیٰ کہ سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت کیلئے بھی سفر منع ہو گا کیونکہ مفرغ میں مقدمہ مستثنیٰ منہ کا اہم نام بن جائیگا تو یہی دلیل کوافی کہتا ہے کہ مستثنیٰ منہ عام عام ہونے

لا تشد الی مسجد الا الی ثلاثۃ
ان تینوں کے سوا کسی مسجد کی طرف بھی
سامان سفر نہ باندھو

(مسند النظار) (۲۷۹/۶)

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی (رحمہ اللہ) میں فرماتے ہیں

بعض محققین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مالا ثلاثۃ مساجد کے بارے
میں فرمایا۔

یہاں مستثنیٰ منہ محذوف ہے۔ وہ محذوف یا تو عام ہوگا تو عبارات یوں ہوگی۔

لا تشد الرحال الی مکان فی ای
امرا الا الی الثلاثۃ۔
کہ کسی بھی مکان کی طرف کسی بھی کام
کیلئے سامان سفر نہ باندھا جائے مگر

ان تینوں کی طرف یا محذوف خاص ہوگا۔

اپنی صورت درست نہیں۔ کیونکہ اس سے تو سفر تجارت رشتے داروں سے ملاقات
اور طلب علم کیلئے سفر ناجائز اور منوع ٹھہرے گا۔ لہذا دوسری صورت متعین ہو جائے گی
کہ تثنیٰ منہ خاص مانا جائے تو اولیٰ یہ ہے کہ اس لفظ کو مفقود مانا جائے جو زیادہ مناسب ہو
تو مسجد کا لفظ ہوگا اور عبارت یوں ہوگی۔

لا تشد الرحال الی مسجد مصلیٰ
الا الی الثلاثۃ
ان تینوں مسجد کے سوا کسی مسجد کی
طرف لائے نہ چڑھنے کیلئے سامان سفر نہ
باندھا جائے۔

تو اس سے ان لوگوں کا قول باطل ہو گیا جو اس حدیث سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی قبر منورہ اور اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر منع کرتے ہیں۔

اہم نوٹ :-

اس میں مفقود مستثنیٰ منہ مسجد کو ہی جانا بہن تمہیں لفظ کے ہی موافق ہے کیونکہ

انہوں نے اپنے (فتاویٰ ۴۲/۴۷) میں کہا کہ میں مقدوروں میں سے ایک ہے۔ یا یہ کہا جائے، لا تشدوا رجالاً۔ اہل مسجدہ الا انی المسجد المشقة، کہیں مسجد کی طرف سوائے ان تینوں کے ملان سفر نہ باندھا جائے۔

پس اس میں لفظ کے ساتھ اس سے معافست ہوگی۔

کاش ابن تیمیہ اسی پر اکتفا کرتے لیکن اُس کے کہا میں ان تینوں مساجد کے علاوہ کہیں اور مسجد کی طرف سامان سفر باندھنے کی معافست تو نفی ہے۔ اور اس کے علاوہ تمام ایسی جگہیں کہ جہن کی فضیلت کا اعتقاد کیا جائے ان کی معافست سبباً از خود واضح ہے کہ کہا جب مہلک اور افضل جگہوں کی طرف سفر منع ہے تو مفضل کی طرف تو بطریق اولیٰ منع ہوگا۔

میں (مسیدہ مدوح) کہتا ہوں کہ حق اور سچ یا اصل اس کے خلاف ہے کیونکہ حبیب ان تین مساجد کے فضیلت میں مخصوص ہونے کی وجہ سے ان کی زیارت کے لیے سفر مستحب نہیں تو بطورہ لا ھذا لھن روضہ اطہر کا سفر بطریق اولیٰ مستحب ہوگا کیونکہ جہن تین مساجد کی طرف سفر سے زیارت نبوی کے لیے سفر ہر طور افضل ہو گا وجہ واضح ہے کہ زمینی کا وہ حصہ جہ حبیب خدا منی اللہ علیہ وسلم کے جد اطہر کو مس کر رہا ہے وہ ان تینوں مساجد سے کیسی اعلیٰ و افضل ہے۔

روضہ اطہر کائنات کی تمام جگہوں سے افضل ہے

حضرت امام مالک فرماتے ہیں۔

ابن البقیۃ الحق نبیہا جید النبی	جس بقعہ مہلکہ میں نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم افضل من	صلی اللہ علیہ وسلم کا جید اقدس
کل شیء حتیٰ انکرمسی والعرش	ہے وہ جگہ ہر شے سے افضل ہے

ثوبکمۃ ثور السجدۃ الثوی ثور حتی کہ عرش و کرسی سے بھی میری
 المسجد الحرام ثور مکہ ہے کے بعد کہ میری مسجد ثوی میری مسجد حرام
 اور میری۔

حضرت امام قاضی عیاض الشافعی فرماتے ہیں :

لا جہا مع علی انہا افضل اس پر اجماع امت ہے کہ آپ
 بقاع الارض ! کا روضہ خورشید تمام زمین سے افضل ہے
 اور آپ سے پہلے مانگیے میں سے امام ابو الولید ابی الیاسی المالکی وغیرہ اور ان کے بعد
 امام قرطبی وغیرہ سے اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی تفصیل (معارف السنن ص ۳۲۳)
 میں ملاحظہ کیجئے۔

اس پر اب ابن تیمیہ کا کہنا کہ۔

یہاں جب زیادہ فضیلت والی جگہوں کی طرف سفر کرنا منع ہے تو کم فضیلت والی جگہوں
 کی طرف تو بطریق اولیٰ منع ہوگا۔ ابن تیمیہ کہ چاہیے تھا کہ یہاں یہ الفاظ بھی زیادہ
 کہنا کہ وہاں انصاف کے طور پر۔ افضل مکان دیکھو اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر
 کی طرف بھی سفر کا زیادہ حق ہے یعنی اگر فقیرانہ کی طرف سفر منع ہے تو ان سے افضل
 کی طرف سفر بھی افضل ہوگا۔

۱۔ روضہ شریف کائنات کی ہر جگہ سے حتیٰ کہ عرش عظیم سے بھی افضل ہے اس
 کا مفصل بیان بندہ کی کتاب العقیدۃ العیسویۃ فی شرح مہانت الایمان میں
 علامہ قرطبی - (مترجم خزندہ)

دوسری وجہ

امام تقی الدین السبکی شفاء السقام ص ۱۸ میں فرماتے ہیں :
عم ہوتا ہے جسے کہ اس حدیث شریفین میں مستثنیٰ مفرغ ہے اس لیے تقدیراً
عبادت یوں ہوگی۔

لا تشد الرجال الی مسجد الا الی المساجد الثلاثة ؛ کہ ان تینوں مساجد کے
سوا کسی مسجد کی طرف مسلمان سفر نہ باندھا جائے۔ یا بھر عبادت مفرغ ہوگی۔
لا تشد الرجال الی مکان الا الی المساجد الثلاثة ؛ ان تین مساجد کے
علاوہ کسی جگہ کی طرف بھی مسلمان نہ باندھا جائے۔ ان دونوں صدوقوں میں سے
ایک کا مانتا ضروری ہوگا تاکہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کے تحت ہو اور پہلے کو (یعنی مسجد)
کو بیان مقدر مانتا اولیٰ ہے کیونکہ وہ جنس قریب سے ہے۔ اعد اگر اس حدیث
کے عموم کا اعتبار کیا جائے یعنی کسی جگہ کہ طرف بھی مسلمان سفر نہ باندھا جائے مگر
ان تین مساجد کے یعنی جس عموم کی طرف ابن تیمیہ گیا ہے۔

سفر مطلوب کے دونوں اسباب زیارت نبوی میں ہیں :

آگے چل کر امام السبکی نے جلد ص ۱۱۱ - ۱۱۲ میں بیان فرمایا اس کی تینوں
یہ ہے۔

سفر کا باعث دو باتیں ہوں گی یا تو طلب علم اور زیارت والدین یا اس
کے مشابہ کسی اور فرض کیلئے سفر کرنا تو یہ بالاطفاق مشروع و جائز ہے۔

دوسرا وہ سفر ہے جس کا مقصد کسی خاص مقام پر جانا ہے۔ جیسا کہ حدیث کا بیت
القدس کی طرف سفر کرنا۔ اور حدیث ان سب پر مشتمل ہے۔

لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر اس حدیث کے تحت نہیں
آتا کیونکہ ماضی صرف اس جگہ کی تعظیم کے لیے سفر نہیں کرتا بلکہ وہ ذات رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جو اس موقع شریف میں کوئی مترادف ہی ان کی تعظیم کے لیے سفر کرتا
ہے۔ تو یہ قطعاً اس حدیث کے تحت نہیں آئے گا بلکہ یہ پہلی قسم (یعنی والدین
اور طلب علم کے لیے سفر) میں داخل ہوگا جو جائز ہے۔

پہلی سفر سے مماثلت دوسرے کے ساتھ مشروط ہے۔

تیسرا: اس سفر کی غایت ان تین مساجد کے علاوہ ہو۔

نمبر ۲: یہ سفر اس جگہ کی تعظیم کے لیے ہو۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کی غایت انہی تینوں مساجد
میں سے ایک مسجد ہے اور اس سفر کی غایت اسی بقعہ مبارکہ میں ساکن کی تعظیم ہے
نہ کہ جگہ کی، تو کس طرح اس سفر کی مماثلت ہوگی۔

بلکہ میں کہتا ہوں کہ سفر مطلوب کے دو سبب ہیں۔

۱۔ سفر کی غایت ان تین مساجد میں سے کوئی ایک مسجد ہو۔

۲۔ سفر اللہ کی عبادت کے لیے ہو اگرچہ ان تینوں کے علاوہ کسی اور طرف ہو۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر میں یہ دونوں سبب پائے
جاتے ہیں لہذا یہ طلب کا اعلیٰ درجہ ہے اور اس کے علاوہ کسی اور سفر میں یہ
دونوں سبب نہیں پائے جاتے بلکہ ایک سبب ہوگا اس کی طلب بھی کم درجہ
پر ہوگی۔

اور اگر سفر کی غرض و غایت ان تینوں مساجد میں سے کسی ایک کی طرف ہو تو

یقیناً یہ قصد صالح کی نیت سے قربت اور نکی ہوگی۔

کسی جگہ کی تعظیم کے لئے سفر منع ہے

مداوہ سفر جو ان تینوں مقامات کے علاوہ کسی اور مکان کی طوط اس کی تعظیم کے لیے ہو۔ تو اسی بارے میں یہ حدیث وارد ہے کہ یہ سفر منع ہے، جیسا کہ بعض تابعین حضرات سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے عرض کیا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں کوہ طور پر جاؤں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

سنان سفر صرف تین مساجد۔ مسجد حرم، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی طرف باندھا جاتا ہے لہذا چھوڑ دو طور کو اور وہاں نہ جاؤ۔

حاصل کام یہ کہ اگر اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے تو کہ ابن تیمیہ کی مراد کے موافق ہے تو پھر یہ حدیث مطلقاً زیارت سے تو منع نہیں کرتی کیونکہ مسافر جگہ کے مکان کی زیارت کیجئے جاتا ہے۔

جیسا کہ عالم کی زیارت اور رشتہ دار کی زیارت تو اس کے جواز پر اجازت ہے باقی حدیث شریف صرف مکان کے بارے میں وارد ہے۔ خود دیکھ کر سے کام لے کر قائمہ انشاؤ اللہ تعالیٰ امام نسبی کی کو حوزائے خیر و عزت موعظ فرمائے انہوں نے حدیث کے مفہوم کو پایا۔

اہم نوٹ

امام نسبی کی تقریر میں یہ صراحت ہے کہ یہ حدیث صرف مکان کی طرف سفر کی ممانعت کے ساتھ خاص ہے اور اس میں ابن تیمیہ بھی شفق ہے جیسا کہ اس نے اپنے دستاویزی ۲۱/۶۷ میں کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآنی لائقہ الرجال الا الى ثلاثة مساجد
ہر اس سفر کو جو کسی مکان مقصود کی طرف کیا جائے منع کرتا ہے بکثرت سفر نہایت
اور طلب علم وغیرہ کے کیونکہ وہاں اس حاجت کا حصول مقصد ہوتا ہے۔ اور اسی طرح
اسلامی بجائی کی زیارت کے لیے سفر کرنا کیونکہ وہ جہاں بھی جو وہ مقصود ہے۔

میں کہتا ہوں اس طرح یہ حدیث مختلف مقامات کی طرف سفر کی مانعت کے
ساتھ خامن ہوگی۔ جب یہ واضح ہے تو نہیں اگر صلی اللہ علیہ وسلم کی ماضی اس
حدیث کے تحت مانعت میں داخل نہیں ہے کیونکہ تو ماضی اور وضع شریف
میں خواستراحت شخصیت کی طرف سفر ہے نہ کہ صرف وضع شریف کیلئے (تقدیر)
اب ہماری فہم شخص پر واضح ہو جائے گا حدیث لائقہ الرجال سے آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ماضی سے مانعت پرستہ حال انہی اور ہوا ہیں ہے۔

تیسری وجہ :-

اس حدیث میں نہی وجہ واحد و حرام، پر نہیں بلکہ اس میں طلاق کا اختلاف
کہ یہ نہیں کس وجہ سے ہے؟

امام ابن بطلال نے فرمایا :-

یہ حدیث عمار کے نزدیک اس شخص کے لیے ہے جس شخص نے ان تین مساجد
کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مافی

امام ابوسلیمان النخعی نے فرماتے ہیں !

یہ (لائقہ الرجال) حدیث۔ تدر کے بارے میں ہے۔ اگر انسان نذر مافی کر میں

غلام مسجد میں نماز پڑھوں گا تو اس کو اختیار ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھے یا کسی اور مسجد میں نماز پڑھے بخلاف ان تینوں مساجد میں سے کسی ایک مسجد کے لیے ننگر ان تین مساجد میں سے کسی ایک میں نماز پڑھنے کی تہدائی تو اس کو پورا کرنا اس پر واجب ہو گا۔ کیونکہ یہ اختیار کرم کی مساجد میں ادا ہم کو ان کی اقتدار کا حکم دیا گیا ہے۔

(معالم السنن ۲/۲۴۸)

اور یہ ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ تدریعت طاعت میں ہی واجب ہوتی ہے تو اس حدیث کا معنی یہ ہوا کہ جس شخص نے ان تین مساجد میں سے کسی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کی تہدائی تو اس پر اس قدر کا پورا کرنا لازم ہے۔ اور جس نے ان تینوں کے علاوہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی تہدائی تو اس پر اس کو وفا کرنا واجب نہیں ہے۔

۱۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماضی نگی طاعت ہے لہذا جس نے آپ کی قبر منورہ پر حاضر ہونے کی تہدائی تو اس پر اس قدر کا پورا کرنا واجب ہو گا، قاضی ابن کی شافی نے فرمایا۔

اذا تددان یزور قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقتدی اللہ یلزمہ الحوق بذاتہ وجہا واحدا۔

اگر کسی شخص نے تہدائی کردہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیے گا تو ہر وجہ سے اس پر یہ نذر پوری کرنا لازم ہے۔

(الغیور ۱/۳۷۶)

امام ابن کی (الفتح الکات) کا نام یوسف بن کدوری ہے۔ امام قاضی ابن شہید (۱۱۶/۱) فرماتے ہیں کہ وہ مشہور آئمہ میں سے ہیں اور مذہب شافعی کے حلقہ مصنفین اور اصحاب وجود العقلمی میں سے ہیں حلقہ مذہب شافعی میں مغربہ اہل ہیں۔

امام نووی نے فرمایا :-

اس میں کوئی اختلاف نہیں سوائے اس کے جو کہ امام لیث سے مروی ہے کہ اس کو پیدا کرنا واجب ہے۔ اور اس مسئلہ میں حدیث سے ایک روایت ہے کہ اس شخص پر قسم کا کفارہ ہوگا اور خود منعقد نہیں ہوگی۔ اور لکھیے روایت ہے کہ جب عہد ان کسی کے ساتھ متعلق کر کے عتق کر دی گئی ہو جیسا کہ سرسے وغیرہ تو اس کو پیدا کرنا واجب ہے ورنہ نہیں امام محمد بن مسلمہ مالکی سے مسجد قبا کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(المجموع ۸/۳۷۷)

امام ابن بطال نے فرمایا :-

جس نے ادبیار اللہ کی مساجد میں نماز پڑھنے اور ان کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کا ارادہ لفظی طور پر کیا تو یہ مباح ہے، اگرچہ اس میں سفر ہو۔ کیونکہ اس حدیث میں اس پر کوئی ممانعت نہیں

امام نووی فرماتے ہیں :-

ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح یہ قول ہے جس کو امام الحرمین اور محققین علمائے اہل اسلام نے کہ یہ سفر مذہب حرام ہے اور نہ ہی مکہ وہاں طائف فرمایا ہے کہ اس حدیث میں مراد یہ ہے کہ فضیلت شام مدینہ ہے کہ شام و حجاز خاص اہم تین مساجد کے ساتھ ہے۔

(شرح صحیح مسلم ۱/۱۰۷)

امام ابو محمد ابن قدامہ المقدسی الحنبلی فرماتے ہیں :-

اگر قہر اور مشاہدہ کی زیادت کے لیے سفر کیا تو اس کے بارے میں امام ابن عقیل حنبلی نے فرمایا، کہ اس سفر میں قہر نہیں کیونکہ ایسا سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یقین مساجد کے سوا کسی کی غروت ممان سفر نہ" یا نہ جا جائے۔

لیکن اس میں صحیح قول اباحت کا ہے اور اس سفر میں غار قہر کی ہائے کی
 کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبلہ میں اور صومراہو کہ تشریف لے جایا کرتے
 تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قہر کی زیادت بھی فرماتے تھے اور حکم فرمایا کہ تمہارا
 کیا کرو یہ تمہی اس غرت یاد کر دیا کریں گی :-
 اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہیں۔

لا تشد الرجال الا الى ثلاثة مساجد، میں صرت تفصیل کی نفی ہے
 تحریم نہیں اور قہر غار کی اباحت میں نصیحت ضرور نہیں ہے لہذا نصیحت کی نفی
 غار قہر کی اباحت کی نفی نہیں ہوگی۔
 (الفتی ۱۳۱۲-۱۳۱۴)

۱۔ زیارت مطلقاً ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال کر متغیض ہے، تو نقد زیارت و حمل
 کیا جائے گا انتقال پر غرہ سفر کے ساتھ ہو یا بغیر سفر کے۔ پس اپنی قدامت کا استدلال
 ایک فقیر اور امیر کا استدلال ہے۔ اس میں تمیز ہے اس قدامت کا تعقب کیا — اور کہا کہ زیارت
 کا لفظ بغیر سفر تک ہی محدود ہے اس میں یہ کام نقل نظر ہے۔ اور حق اس قدامت کے ساتھ ہے۔

اور اسی کے مثل امام ابو الفرج ابن قدامہ نے شرح الکبیر (۱۳/۲) میں
بیان فرمایا۔

امام الحرمین نے فرمایا!

ظاہر اور واضح یہی ہے کہ نہ تو اس (غیر مساجد عشاہ کی زیارت) میں تحریم
ہے امدہ ہی کراہت۔ ایسے ہی شیخ ابو علی نے فرمایا اور اس حدیث کا مقصد
صرف ان تین مساجد کے ساتھ قربت کی تفصیل بیان کرنا ہے۔

(الموطع ۲۰/۳۶۳) و (المجموع ۸۰/۳۷۵)

مذکورہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ ان تین مساجد میں نماز و حج مساجد کی نسبت زیادہ
ثواب و اجر رکھتی ہے لہذا نذر کا پورا کرنا صرف انہی کے ساتھ خاص ہوگا۔ اہل ان
کے علاوہ تمام مساجد میں نماز کا ثواب بڑا ہے اور ان کی طرف سفر مبارک ہے
اور اس میں نماز قصر جائز ہے

نذر پر محمول کرنے والوں کے دلائل:

اور اگر یہ پوچھا جائے کہ جو تم نے بیان کیا ہے اس کی تائید میں تمہارے
پاس کچھ ہے تو میں اللہ کی قسم کہ استطاعت سے عرض کرتا ہوں کہ میں لوگوں
نے اس حدیث کو نذر کے ساتھ خاص کیا صحیح ذیل دلائل ان کی تائید کرتے ہیں۔
(۱) صحیح حدیث (کہ جس کی اسناد کے رجال مسلم کے راوی ہیں) میں ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان خیروا رکبت الیہ المرواحن . سب سے افضل جی کیلون کہو گے
مسجدنا ہذا والہیت العتیق . سفر کیا جائے وہ میری یہ مسجد اور اللہ کا

کا پاک گھر (عقاد کہہ ہے)

اس حدیث کی تحریک آئندہ مسلمات میں آئے گی (انشاء اللہ) اس حدیث میں مزارعت ہے کہ ان دونوں مسجد نبوی و مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد اور مقامات کی طرف بھی سفر ہائز ہے۔

مسجد قبا میں دو رکعتیں بیت المقدس کے سفر سے افضل ہیں

(۲) فقہر صحابہ، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حدیث (لا تشد الرجال) سے یہاں سمجھا ہے کہ ان کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف بھی سفر کرنا جائز ہے جیسا کہ امام عمر بن شہر نے (تاریخ المدینہ ۱/۳۴۴) میں روایت کیا۔

عبد الصمد بن عبد الوارث حدیثاً

صخر بن جبرید عن عائشة

بنت سعد بن ابی وقاص قالت

سمعت ابی یقول: الآن اصلي

فی مسجد قبا رکعتین، أحسب انی

من ان آتی بیت المقدس منین

و یطوف ما فی قبا الطواف باریہ

اکیاد الابل

کواس سفر میں دو رکعتیں :

امام ابن حجر نے فرمایا

اس کی سند صحیح ہے

اسناد صحیح

(فتح الباری ۱/۱۸۶)

مسجد قبا دنیا کے کسی کناسے پر بھی ہوتی ہم پھر بھی زیار کیلئے جاتے

ابن ابی شیبہ نے اسی طرح "معنی ۲۰۷ ج ۲" عبد الرحمن بن قیس (مستوف ۲۰۷ ج ۲) نے روایت کی۔

الثور بنی عن یعقوب بن مہجع حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
بن حادیۃ عن ابیہ عن مسر نے فرمایا کہ اگر مسجد قبا افاق کے کھنڈوں
یہنا الخطاب اللہ قال - لو کان میں سے کسی کناسے پر ہوتی تو ہم
مسجد قبا فی افاق من الآفاق اس کی طرف بھی سفر کرتے۔
مخرجنا الیہ انکباد الملی

حضرت عمر راوی حدیث ہونے کے باوجود یہ فرما رہے ہیں:

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدیث ذی لائقہ ارحام کے راوی ہیں مگر وہ جانتے
کہ اس حدیث میں خبی تحریم کھلے ہے تو وہ مسجد قبا کے بارے میں مندرجہ بالا طور
برگوزار فرماتے

اکی استوحسن نہیں کیونکہ۔

یعقوب بن مہجع کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور اس سے امام نووی - بیہ
امام نے روایت لی ہے۔ امام حافظ الذہبی نے (انکاش ۲۰۷ ج ۲) میں اس
کی - توثیق کی ہے اور ان کے والد المہجع بن حادیہ صحابی ہیں۔

اور اس اثر کی ایک اور سند بھی ہے جس میں امام عمر بن شہبہ (تاریخ الخلفاء
۱۰۷ ج ۱) میں بیان فرماتا ہے۔ اس میں راوی امامہ بن حذیفہ بن اسلم ہے اگرچہ حافظ
کی وجہ سے اسکی تصحیف کی گئی ہے لیکن وہ متابع اور شواہد کی مصدقیت رکھتا ہے

حضرت ابوہریرہؓ نے راوی حدیث ہونے کے باوجود طور کا سفر کیا۔

امام احمد نے (مسند ۲/۶۹۷) اور امام طبرانی نے (المعجم الکبیر ۲/۳۱۰) میں روایت کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	مرقدہ بن عبد اللہ البزنی عن
اسے دعایت ہے کہ میں حضرت ابوہریرہ	ابی بصیرہ الغفاری قال لقیتم
سے ملتا اور وہ مسجد طور میں نماز پڑھتے	ابا ہریرہ وهو یسیر فی مسجد طور
کی نیت سے بار بار پڑھتے ہیں کہ آپ سے	لیصل فیہ قال فقلت لہ: لو ادر
کہا اگر میں آپ کو بتاؤں کہ میں پہلے نماز پڑھا	کنتہ قبل ان ترکض ما اذکلت
سفر کو کرتے تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ	قال: فقال: ولیم؛ قال: فقلت
کہوں: میں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ	ابی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا	وسلم یقول: لا تشکر الرجال
تین مساجد کے علاوہ کسی طرف نہ جانا	الا ذی ثلاثۃ: المسجد الحرام
مسجد نبویؐ اور مسجد حرام	والمسجد الاقصیٰ، ومسجدی
مسجد اقصیٰ اور میری مسجد ہے۔	

حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حال میں ملے کہ آپ مسجد طور کی طرف سفر میں تھے تو جب حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے یہ حدیث بیان فرمائی تو آپ واپس نہیں لوٹے اگر حضرت ابوہریرہؓ اس حدیث سے تحریم سمجھتے تو واپس ہٹ ہستے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

بلکہ سرے سے اس نیت کے ساتھ گھر سے نکلتے ہی کہہ دیتے کہ تو خود اس حدیث کے راوی بھی ہیں۔ پس آپ رضی اللہ عنہ کا فعل اس پر دلالت کرتا ہے کہ

یہ حدیث ان کے نزدیک حجت مقررہ وال نہیں۔

اکابر صحابہ کے فہم حدیث کے بعد کوئی دلیل کوئی حجت اور کوئی ہرمان کا مطالعہ کیا جاسکتا۔ ان سابقہ دلائل سے معلوم ہو گیا کہ حدیث لا تشد الرجال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح القدس کی زیارت کے لیے سفر پر ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔

اسے مخاطب اس کے بعد کسی ایسے شخص کے کلام کی طرف متوجہ نہ کیجئے کہ جس کے کلام میں تقابلی و دلائلی کوئی نہیں بلکہ وہ فقط کسی دوسرے کی رائے پر بطریق تامل اور غور و فکر کے عمل کر رہا ہے۔ یا پھر وہ تعصب اور عناد سے کام لے رہا ہے۔

اب ہم اس تصنیف کے اصل مقصد کی طرف آتے ہیں اور وہ مقصد ہے توسل اور زیارت کی احادیث کی تخریج۔

www.azharulillam.com

نوٹ:- ہم کتاب کا حصہ احادیث زیارت شائع کر رہے ہیں۔

محمد غاں قادری

تخریج احادیث الزیارة

حدیث ۱۰۰

«مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي»

جس نے میری قبر اور کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہوگی۔

اس حدیث کو مدح ذیل محدثین نے نقل کیا ہے۔

۲۷۸/۲	امام دارقطنی	السبق
۳/۲	امام الدہلوی	الکافی والاصواء
۳۹۰/۳	امام بیہقی	شعب الایمان
۵۸۱/۱	امام خطیب بغدادی	تخصیص المشافاة فی المرسوم
۱۷۰/۲	امام الابیہی	المؤید علی الآثار یحیی
۲۴۴	ابن البیہار	تاریخ المدینہ
۱۷۱/۳	امام حقی	الضعفاء
۲۳۵-۲۴	امام ابن حنی	الکامل
۳۷۱ - ۳۷۲	امام تقی الدین السبکی	شفاء السقام

ان تمام حضرات نے یہ حدیث اس سند سے ذکر کی ہے موسیٰ بن جلال

العبدی عن حمید اللہ بن عمرو وعبد اللہ بن عمرو دونوں حضرات امام ترمذی سے

اور وہ حضرت ابن عمر سے مروی روایت کرتے ہیں۔

یہ سند حسن ہے چاہے موسیٰ بن طلحہ عہدی عبید اللہ بن عمر سے روایت کرے یا ان کے بھائی عبید اللہ بن عمر روایت کرے۔

اس کو امام عبدالحق اسطیلمی نے صحیح کہا۔

اور امام سیبکی نے شفاء السقام نے اس کو صحیح یا حسن کہا۔

امام سیوطی نے مناقب العطاء فی تخریج احادیث الشفاء میں حسن کہا ہے۔ اور ان کے بعد کے متاخرین نے بھی اس کی تحسین کی ہے اس حدیث میں بعض غلطیاں ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی علت صحیح نہیں ہے۔ لیکن جہاں کو بیان کر کے تصدیق ان کے جوابات عرض کریں گے (انتظار) اس میں مندرجہ ذیل غلطیاں کی جاتی ہیں۔

- ۱۔ موسیٰ بن طلحہ مجہول ہے اور اس حدیث میں اضطراب ہے۔
- ۲۔ موسیٰ بن طلحہ یہ روایت عبید اللہ بن عمر العمری سے روایت کرتا ہے اور اس کی روایت عبید اللہ بن عمر سے صحیح نہیں مالا لکھ وہ ثقہ اور حافظ ہے۔

۳۔ عبید اللہ بن عمر العمری ضعیف ہے۔

یہ غلطی صحیح نہیں اور ان غلطیوں پر حدیث پر ضعف کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

۱۱۔ موسیٰ بن طلحہ حسن الحدیث ہے اس کے بارے میں امام ابن عدی نے کیا۔

میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں امام ذہبی نے فرمایا یہ اصالح الحدیث ہے۔ اس سے بہت سارے آئمہ کرام نے روایت لی ہے۔ ان جلیل القدر آئمہ میں سے امام احمد بن حنبل بھی ہیں۔

اور اگر موسیٰ بن ہلال ضعیف بھی ہو تو بھی یہ ضعف و ضعیف ہے بلکہ اس کے علاوہ دیگر راوی اس کے متابع ہیں لہذا مثلاً وہیں کے اعتراضات موسیٰ بن ہلال سے ناکم ہو گئے۔

حدیث میں اضطراب کا دعویٰ وہاں صحیح ہوتا ہے یہاں روایات کے درمیان موافقت مفقود ہو۔۔۔

یہاں تو وہ طرق سے موافقت ہو سکتی ہے عیاں کہ انشاء اللہ اور ہے۔

۴۶۔ یہ روایت موسیٰ بن ہلال عن حمید اللہ بن عمر سے کئی سندوں سے ثابت ہے اور حمید اللہ بن عمر ثقہ اور عاقل ہے تو حمید اللہ بن عمر سے روایت کے ثبوت میں طعن کرنے کی جہاں نہیں ہے۔

۴۷۔ اگرچہ تقسیم کر دیا جائے کہ موسیٰ بن ہلال سوائے حمید اللہ بن عمر بن العری کے کسی اور سے روایت نہیں کرتا تو بھی (کوئی عریض نہیں) کیونکہ عریض مذکور حسن الحدیث ہے جیسا کہ متعدد کتب حدیث نے بیان فرمایا ہے۔

یہ ابن ابی الحدادی جس نے حمید اللہ بن عمر العری کی تصنیف کو سرسجھا خارا کھا ہے اور اس کو اکثراً کہے ہیں عیار نہیں اعدان کے صنعت کی دھڑ دگا رکھی ہے اس نے خود بھی (محقق تحقیق ۱۳۲۸) میں ان سے مروی حدیث سے استدلال کیا ہے یہ تو ایک اجمالی خاکہ تھا یہی چیز ہم ذرا قدم سے تفصیل سے عرض کر سکتے ہیں۔

(واللہ المستعان)

۱۔ اس بات کا اثبات کہ موسیٰ بن ہلال الضعیف حسن الحدیث ہے۔ اس راوی بزرگ جرح پر ہے۔

۲۔ امام ابو حاتم نے فرمایا: مجہول ہے (المجرب والضعیف ۱۶۶/۸) عقیق نے کہا اس سے حدیث صحیح نہیں اور یہ متابع ہی ہو سکتے ہیں (الضعیف ۱۶۶/۸)

امام در قطنی نے سوالات میر تقی میر در قطنی میں کہا مجہول ہے۔ یہ ہے
حاصل کلام جو اس راوی کو مجہول ہے۔ ثابت کرنے کے لیے بطور دلیل پیش کیا
جاتا ہے۔

۱۔ انہیں مجہول قرار دینا مردود ہے

اس راوی میں جہالت کا قیل مردود ہے بلکہ یہ راوی معروف ہے۔ کیونکہ
اس سے بہت سارے روایات نے۔۔۔ روایت کی ہے ان اکثر حلقہ حدیث
میں سے امام احمد بن حنبل بھی ہیں ابن جوزی نے انہیں (مناقب الامام احمد بن
میں امام احمد بن حنبل کے اساتذہ میں سے شمار کیے ہیں۔

اور ان سے امام احمد بن حنبل کے علاوہ جن دیگر محدثین نے روایت کی ہے
ان میں سے۔۔۔ احمد بن حنبل، احمد بن اسحاق بن عیسیٰ، ابو اسیر محمد بن ابی اسحاق الطوسی
و حمید بن محمد عوراق و فضل بن سہیل۔ جعفر بن محمد السجستانی۔ محمد بن زنجویہ العسیری
علی بن معین ابن نوح۔ عباس بن الفضل۔ ابو یوسف بن سفیان۔ محمد بن حاتم النعمانی
احمد بن ابی حنبلہ۔ ابو محمد عبد الملک بن ابی اسحاق اور محمد بن عبد الرزاق وغیرہم ہیں۔

پندرہ راویوں کی روایت کے بعد بھی جہالت :

اور جہالت میں مردادوں یا ایک راوی کے روایت کرنے سے اٹھ جاتی
ہے جیسا کہ کتب اصول میں مقرر ہے تو جس سے پندرہ اخفام روایت کر
رہے ہیں اس کے بارے میں کیا خیال ہے ؟ کیا ان میں جہالت باقی رہے
گی ؟

یہ راوی مجہول نہیں بلکہ معروف ہے اس پر تعجب بن سفیان العسری نے

(معرفة و قیات بعض العیون میں اعتماد کیا ہے ملاحظہ فرمائیں) (المعرفة والتاریخ ۱۳۲/۱۳۴ و ۱۳۵)

راوی مستور الحال بھی نہیں:

اگر کوئی کہتا ہے کہ یہ راوی مجہول الحال ہے تو یہ بات بھی ان دواہم کی بنا پر مردود ہے۔

ابو امام بن عدی کا فرمان۔ ارجو الله ان یاسیہ۔ کہ اس راوی میں کوئی عریضہ نہیں (انکامل ۲۳۵/۶)

اور کتب اصول میں یہ بات مقرر ہے کہ تبدیل صحت ایک آدمی کے قول سے قبول کرنی جائیگی۔

تو جس شخص سے ایسے چند وہ اشخاص روایت کریں اور جن میں سے امر و حفظ بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ابن عدی کا قول: لا بأس بہ، بھی ہے تو یقیناً، اس سے ثابت ہو جائے گا کہ یہ راوی مجہول نہیں ہے بلکہ اس کی حدیث مقبول ہے اور یہی حال بہت سارے رواقہ کا ہے کہ جن کی احادیث کی انکھ حفاظ نے تصحیح کی ہے۔
۲۔ ان سے امام احمد نے روایت کی (مخالف احمد لابن المہدی ۳۹) اور وہ ثقہ کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتے جیسا کہ اپنی جگہ پر مسلم ہے۔

ابن عبد البادی کا جواب :-

اور اگر کہا جائے کہ، ایضاً البادی نے (الاعلام النکلیہم۔ ۱۴) میں اس بات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

کہ امام احمد صحت ثقات سے ہی روایت کرتے ہیں تو یہ غالب اوقات میں

ہے اور آپ کا اکثر طرز پر یہی طریقہ ہے کہ آپ شکر سے ہی روایت کرتے تھے جیسے کہ عام طور پر امام شعبہ امام مالک، امام عبد الرحمن بن محمدی، امام یحییٰ بن سعید القطان وغیرہم کا طریقہ و عمل ہے لیکن بعض اوقات امام احمد علیہ راولوں سے روایت کرتے ہیں جن کی طرف صفت اور علت قبیلہ کی نسبت کی گئی ہے اور امام احمد نے ان راولوں سے بطور تائید اور شواہد کے روایت لی ہے کہ کہ اجتہاد اور اعتماد کے طور پر جیسے کہ آپ نے عامر بن صالح الذہیری، محمد بن قاسم الاسدی، عمر بن ارون ابیہنی، علی بن عاصم الواسطی، ابراہیم بن ابی لیث الاحمسی، یحییٰ بن یزید بن عبد اللہ القزازی، نصر بن ابی تلیہ سیلابی، الکوئی، حسن بن حسن الاشقر، ابو سعید اسحاقی، محمد بن یسار اور ان جیسے دیگر واقعات کہ جن میں کوام مشہور ہے) سے روایات لی ہیں۔ اور اسی طرح آپ نے موسیٰ بن بلال سے روایت (مگر ثابت ہو جائے تو) لی ہے یہ

یہ تو موسیٰ بن بلال پر بہت بڑا اور واضح ظلم ہے۔ بنی عباسی نے کیسے موسیٰ بن بلال اور مذکورہ حضرات کو بظاہر قرار دیا۔ ان میں سے کئی موسیٰ بن بلال سے بہت زیادہ ضعیف ہیں جیسا کہ عامر بن صالح الذہیری اس کے کہ ابن معین نے بھی لکھا ہے۔ اور محمد بن قاسم الاسدی، کذاب، ہے اور عمر بن ارون ابیہنی مسترک ہے۔ ابراہیم بن ابی لیث بھی، مسترک ہے۔ ان مثالوں سے صاحب عقل قاری پر ابن عباسی کی کہی کو کشف جو کہ موسیٰ بن بلال مہدی کی تفسیر میں کی ہے ظاہر ہو گئی اور اس کے متشدد طریقہ کا پتہ بھی چاک ہو گیا۔

جواب کا تفصیلی رد

میں کہتا ہوں کہ کئی امور کا بیاں تو میرا ہے۔

۱۔ امام احمد سوائے ثقہ کے روایت نہیں کرتے۔ اور اگر کبھی منع ہے تو روایت لیتے ہیں؛ اور اس کے کئی اسباب ہیں جیسا کہ آپ پر اس کی تفتیش ظاہر نہیں ہوتی۔

۲۔ آپ اس سے بطریق تعجب روایت کرتے ہیں جیسے کہ امام شعبہ حاکم جعفی اور محمد بن حبیہ اشعری سے روایت کرتے ہیں۔

۳۔ پھر آپ ان سے جو روایت کرتے ہیں وہ محال و حرام کے بارے میں نہیں ہوتی۔ المریدی کے ترجمہ میں ہے۔ جیسا کہ موسیٰ بن عبیدہ کے ترجمہ میں ہے۔ جب یہ امر واضح ہو گیا تو اب یہ بات مسلم ہو گئی کہ امام احمد بن حنبل سوائے ثقہ کے کسی سے روایت نہیں کرتے۔

تو کیا۔ موسیٰ بن ہال سے امام احمد بن حنبل کا روایت لینا ان کی تقویت کے لیے مفید ہو گا کہ نہیں؟

میں کہتا ہوں کہ امام ابن ابی عاتم المرادی نے (المجرب والمقرب) ۲/۲۶۷ میں لکھا کہ میں نے اپنے والد کرامی سے پوچھا کہ ثقہ آدمی غیر ثقہ سے روایت کرے تو کیا اس سے اس کی ثقات ثابت ہوگی؟ فرمایا کہ جب وہ صنعت میں مشہور و معروف ہو تو اس سے ثقہ کی روایت اس کو ثقہ نہیں کہے گی اور جب مبہول ہو تو اس سے روایت اس کو نفع دے گی۔

پھر ابن ابی عاتم نے فرمایا۔

میں نے شیخ ابو زہرہ سے پوچھا کہ ثقات کی کیسی شخص سے روایت اس

کی حدیث کو قوت دے گی، فرمایا یعنی بالعمری میں نے کہا، اے ابوبکر! اس سے
 امام سفیان ثوری نے روایت کی ہے فرمایا یہ تپ ہے حبیب ملا نے اس پر حرج ملا
 نہ کیا جو اور کہیں، میں ملا کا کام مشہور ہے۔
 امام ابو ذر عدستے فرمایا۔

حدیث ابو نعیم، اس سفیان، ابو حرام، سائب ابوبکر و عقیلم الثوری: جہیں
 بیان کیا ابو نعیم نے انہوں نے سفیان سے انہوں نے محمد بن سائب ابوبکر سے اور
 ثوری مسکرائے۔

شیخ الحدیث نے کہا میں نے اپنے باپ سے پوچھا حبیب امام ثوری کے
 نزدیک کبھی ضعیف ہے تو چرس سے اس کی روایت کا کیا مطلب؟
 تو انہوں نے فرمایا۔

امام سفیان ثوری کبھی سے اتنا راد تعجب کے طور پر روایت کرتے ہیں!
 اس سے علم ہوا کہ امام ابو ذر وہ کی تقریبی ثقہ کی روایت (غیر ثقہ) دو
 حالتوں میں مقبول اور مفید ہے!
 (۱) جس سے روایت کی گئی ہے وہ مجہول الحال ہے، اس کی مثالیں کتب رجال
 میں ہے (شوریں)۔

(۲) وہ ضعیف میں حد سے بڑھا ہوا ہو۔ جیسا کہ محمد بن سائب ابوبکر، جابر
 الجعفی و عامر بن صالح التومیری، عمر بن داون ابانہ اور ان جیسے دیگر روایت
 تو امام احمد کا موسیٰ بن ابان العبدی سے روایت لیتا اس کی تقریب کے لیے
 کافی ہے کیونکہ وہ بعض کے نزدیک مجہول الحال ہے۔ امام احمد نے اس سے
 اپنی کتب میں روایت کا اخراج کیا ہے، اس سے آپ نے اپنی کتاب المذخر
 میں روایت لی ہے، امام الضوی نے امام احمد اور موسیٰ بن حوال کی سند سے

روایت کی ہے۔

علی بن ابی حمزہ اگر مان لیا جائے کہ موسیٰ بن ہلال مجہول الحال ہے۔ تو پھر بھی وہ اس طرح۔ حسن الحدیث و شہاد ہوگا۔

امام زکریا نے (المختصر فی تخریج احادیث الفقہاء و المختصر ۲۰۲) میں فرمایا کہ محدثین نے فرمایا ہے۔ راوی کی جمالت اس کی روایت میں تاویذ نہیں جبکہ اس سے روایت کرنے والے ثقہ ہو کہ چونکہ اس کی اس سے روایت اس کی تعدیل ہوگی۔

حاصل کام یہ کہ۔ موسیٰ بن ہلال پر ابن عبد البر کے جمالت کا الٹا کہنے میں واضح نقص ہے۔ یہ دیکھو کہ کہہ رہا ہے یہ نہ دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے۔

جب بات اصولوں کے مطابق ہوگی تو وہی حق ہوگی۔ اور اگر اصولوں کے خلاف ہو تو اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔ (افتد ہی مدگار ہے)

امام حنفی کا (الافتاء ۴، ۱۰۰) میں یہ کہہ کر اس کی حدیث صحیح نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی متابع ہے پس ناظر اور مدقق اس میں خود کوسے تو اس کا آخر ذکر اس کا متابع کوئی نہیں یہ پہلے اعتراض (کہ اس کی حدیث صحیح نہیں ہے) کا سبب ہے! کیونکہ موسیٰ بن ہلال کا متابع نہیں ہے یعنی (حدیث زیادت اس کی صحیح نہیں حنفی کی نظر اور اطلاع میں)

اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے۔

اس کا قول۔ کہ اس کا متابع کوئی نہیں (اور اس اعتراض کی اصل بنیاد ہی یہ ہے) لیکن یہ فی حرج سے کہ نہیں ہے اور نہ ہی محدثین نے اس کو مرتب الخیرات میں ذکر کیا یہ تو صرف افراد کی ایک علامت ہے

حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:

اکثر حافظ متقدمین ایسی حدیث کے بارے فرماتے ہیں جن میں ایک راوی مخفوف ہو اگرچہ ثقافت دہی اس مخفوف کے خلاف روایت نہ کریں اور اس پر کوئی متابیع بھی نہ ہو تو وہ اس کو حدیث میں علت گردانتے ہیں۔

(شرح عل الترمذی ص ۲۶۴)

پس امام حنفی کے نزدیک راوی تو ضعیف کے اعلیٰ درجے پر نہ ہو کہ وہ اس کے مخفوف ہونے کی حالت میں اس کی تصحیح کریں۔ اور اس کا متابیع بھی نہ ہو اور یہ جرح کا درجہ نہ یا میں کہیں بھی نہیں کہ اس کی حدیث ترک کر دی جائے وہ صالح حدیث یا درجہ ہائے درجہ کا ثقہ ہوگا۔

اور اس راوی کا تو متابیع بھی موجود ہے جیسا کہ انشا ارشد الہی بیان ہوگا پس یہ حدیث مقبول ہے۔ حتیٰ کہ حنفی کے نزدیک بھی یہ مقبول ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی نے تعقب کرتے ہوئے فرمایا۔

امام ابن حجر عسقلانی نے حنفی پر تعاقب کرتے ہوئے (تجلیس الصبر ص ۲۶۷) میں فرمایا اور حنفی کا یہ قول کہ اس پر کوئی متابیع نہیں ہے عمل نظر ہے پھر آپ نے اس کی متابعت بیان فرمائی جو کہی ہے۔

اور سب سے بہتر قول وہی ہے جیسا کہ گذرا کہ یہ شخص مجہول نہیں ہے۔ اور سوائے حنفی کے کہ اسی کی حدیث صحیح نہیں اور اس کا کوئی متابیع نہیں اور کوئی نقل مروی نہیں۔ اور اگر اس کو جرح تسلیم کر لیا جائے تو بھی متابعت سے زائل ہو جائے گی۔

اور عقیلی کے مقابلے میں ابن عدی کا قول جو کہ انہوں نے رد انکا مل ۴۵۰ ۴۴۲ میں
بولی کیا۔ کہ میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس کی توثیق ہے اور اس کے
ساتھ ساتھ امام احمد بن حنبل کا اس سے روایت کرنا بھی ضمنی توثیق و تصدیق ہے
نو موسیٰ بن ہلال کی حدیث کی تحسین کرنا ہی صحیح ملہ ہے!

امام ذہبی فرماتے ہیں!

امام ذہبی نے ابو حاتم، عقیلی اور ابن عدی سے موسیٰ بن ہلال کے اسے میں
اقوال و روایات کرنے کے بعد فرمایا۔ جو صالح الحدیث وہ صالح الحدیث ہے۔
(المیزان ج ۲ ص ۲۶۶)

(دوسری بات)

موسیٰ بن ہلال کی عبید اللہ بن عمر اور عبید اللہ بن عمر سے روایت کا اثبات :
موسیٰ بن ہلال ابوبکر کی روایت میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ موسیٰ بن
ہلال عبید اللہ بن عمر المعمر سے روایت کرتا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ عبید اللہ
بن عمر (المکبر) سے روایت کرتا ہے۔

جن محدثین نے کہا کہ اس نے عبید اللہ بن عمر (المعمر) لا قد ثقتہ سے روایت کی ہے وہ یہ ہیں۔

۱۱۔ جہد بن محمد الزرقانی ۱۲۰۔ حنفی بن محمد السمرجندی

۱۳۔ ابن ماجہ بن محمد الانصاری ۱۴۰۔ نقض بن سہیل

۱۵۰۔ ابو محمد بن عبد العزاق۔

بکلی عبید بن محمد الزرقانی والی روایت کو امام ذہبی نے اپنی (سنن ۲۶۶/۲۷۶)

میں یوں نقل کیا ہیں قاضی الحامی انہوں نے عبید بن العزق انہوں نے موسیٰ بن ہلال
 نعبدی اور انہوں نے عبید اللہ بن عمر سے روایت کی میں کہتا ہوں۔ قاضی الحامی سے
 مراد ابو عبید اللہ الحسین بن اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حافظ ہے اور الوراق نقیب ہے
 ان کے حالات (تاریخ بغداد ۱/۹۷) میں ہیں۔

سنن دارقطنی کے کئی متعدد مقدمہ سننے عبید اللہ بن عمر (المصنف) کے (ذکر پر
 متفق ہیں ان سہول میں سے ابن بشران کا مطہرہ شفاء ابو طاہر محمد بن احمد بن حنبلیم
 کانسورہ صبا کر شفاء العقام (ص ۳) اور ابو نعلان تراب بن عبید کانسورہ صبا کر (شفاء
 العقام ص ۳) میں ہے۔

اور اس کو غلطی نے اسہنے فراتہ میں ابو نعلان کی روایت سے بیان کیا ہے۔
 (۱/۵۵) اور اس طرح دارقطنی کی روایت عبید اللہ بن عمر (المصنف) کے
 ذکر پر متفق ہیں اور کافی الحامی کا مستخرج عبید بن محمد الوراق سے محمد بن زنجویہ البصری
 ہے۔

دوسری روایت: جعفر بن محمد البزوری کی ہے اس کو حنفی نے (الضعف
 ۳/۱۷۷) میں محمد بن عبید اللہ البزوری ثنا جعفر ابن محمد البزوری، ثنا موسیٰ بن ہلال
 البصری عن عبید اللہ کی سند سے بیان کی ہے نہ

اور محمد بن اسماعیل بن سمرہ حمصی کی سند قرآس کو امام بیہقی نے (شعب
 الایمان ۳/۱۰۲) ۲۳۷۰۔ میں بیان فرمایا اس کو باسند بیان کیا امام تقی الدین
 نسبی نے (شفاء العقام ص ۷) میں

اور فضل بن سہل کی روایت اس کو امام بیہقی نے (شعب الایمان ۳/۱۰۲) میں
 میں بیان فرمایا۔ اور محمد بن عبد الرزاق کی روایت اس کو قاضی حنفی نے (الشفاء
 ۳/۱۰۲) میں بیان فرمائی ہے۔

یہ بڑے بڑے راوی ہیں یہ سب عبید اللہ بن عمر کے تلامذہ اور مقلد تھے۔ ان کے نزدیک تحقیق نہیں تو اب اس کے بعد حدیث میں طعن کی کوئی گنجائش و مجال کہاں ہے۔

فصل

جہنہوں نے عبید اللہ بن عمر امیری المکبریٰ روایت کی وہ یہ ہیں

۱۔ علی بن سعید بن قیس۔

۲۔ فضل بن سہیل

۳۔ محمد بن اسماعیل بن جهمس

۴۔ عبید بن محمد الخدری

علی بن سعید بن قیس کی روایت کو: الدولابی نے (المکبریٰ والاصحاح ۲/۲۳) میں بیان فرمایا۔ فضل بن سہیل سے سند بیان کی امام تقی الدین السبکی نے ابن ابی الدنیا کے طریق سے (الشفا السقام ۶) میں بیان فرمایا۔

اور محمد بن اسماعیل بن جهمس کی روایت امام بیہقی نے (شعب الایمان ۱۷۸) میں بیان فرمائی۔ اور الخدری کی روایت کو خطیب نے (المغنیۃ الثابتہ فی رسم ۵۸۱) میں بیان فرمایا۔ حاصل حکم یہ کہ یہ روایت مولانا ابوالفتح محمد بن ابی الدنیا نے روایت کی ان میں سے بڑے بڑے راوی تھے عبید اللہ بن عمر کے چچے ہیں اور تین راوی دو ذیل طریقوں سے روایت کرتے ہیں۔ اور پانچواں راوی منی عبید اللہ بن عمر اکبر کہتا ہے۔

اور محمد بن جهمس کے اس میں دو مسلک ہیں۔

۱۔ باقر ترمذی جاسے گی۔ اس طرح حبید اللہ بن عمر (المصنف) کی روایت کو ترجیح ہوگی۔

دوسرا مشک یہ ہے کہ احتمال ہے کہ حدیث (ایک وقت) حبید اللہ المصنف اور اس کے بھائی حبید اللہ الکبیر دونوں سے ہو۔ اداون دونوں سے راوی۔ مولیٰ بن ہلال العبیدی جو گریہ کر وہ زیادہ روایت حبید اللہ بن عمر المصنف ماقط ثقف سے کرتے ہیں اور ابانی مقصد ہونے کے باوجود دونوں روایتوں کا اعتراف کرتا ہے (حبید اللہ و حبید اللہ ابنا عمر) اور کہتا ہے کہ یہ اس سے دونوں روایتیں متضالی ہیں (الاروا والحقین ۳۴۷)

لیکن اس میں علت پر بحث کی تو سوائے اضطراب کے اس میں کوئی علت بیان نہ کر سکا لیکن اس علت سے یہ حدیث کیسے ضعیف ہو سکتی ہے اور اس کا جواب بھی ہم ایسی دیں گے (انظار اللہ)

حاصل کلام یہ کہ سابقہ تمام ابکاٹ سے معلوم ہوا کہ یہ روایت موسیٰ بن ہلال العبیدی عن حبید اللہ بن عمر نام ثقف ماقط سے ایسے ہی ثابت ہے جیسا کہ پہلا اپنی نگہ قائم ہوتا ہے۔

فصل

اگر کوئی کہے کہ ابن عبد اللہ بن عمر (اصحاب النکلی ۳۹، ۴۰) میں کہا ہے کہ موسیٰ بن ہلال کہی تو حبید اللہ سے روایت کرتا ہے اور یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ وہ محدثین میں سے نہیں ہے اور نہ ہی نقل حدیث میں مشہور ہے اور اس نے حبید اللہ کو پایا بھی نہیں ہے اور نہ ہی اس سے ملتا ہے۔

کیونکہ بعض راوی اسی سے: من رمل من عبید اللہ کے طریق سے روایت نہیں کرتے بلکہ کسی اور شخص سے من عبید اللہ کے طریق سے روایت کرتے ہیں چونکہ عبید اللہ اس سے بہت پہلے وفات پا چکا تھا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، بخلاف عبید اللہ کے کیونکہ وہ اپنے عہدائی عبید اللہ کے بعد ایک نیا دھمک تندرہ رہا۔ اور موسیٰ بن جلال ان دونوں تھائیں۔ عبید اللہ اور عبید اللہ میں تمیز نہ کر سکا کہ یہ دو شخص ہیں کیونکہ وہ اہل علم میں سے نہیں اور نہ ہی ضبط کے مسئلہ میں وہ قابل اعتماد ہے۔

میں اللہ کی مدد سے کہتا ہوں۔

یہ سراسر زیادتی اور تشدد ہے اور یہ ایسا دعویٰ ہے جو حقائق و اقوال سے اور سوائے تعصب کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اگر کچھ لوگ مثل ابانی کے اس کام سے مستدل نہ کرتے تو ہم اس پر تنبیہ بھی نہ کرتے۔
قولہ موسیٰ بن جلال کا کہی عبید اللہ سے روایت کرنا قضا ہے۔

حکایت: بلکہ موسیٰ بن جلال کا عبید اللہ بن عمر سے صحیح اسانید کے ساتھ روایت کرنا بعض اوقات نہیں بلکہ اکثر اوقات ہے۔ اور اس کے مخالف مستند ہیں اور اسی طریق سے اس سے پانچ راویوں نے تحریک کی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے جب ابن عبید اللہ اسی حدیث میں دعویٰ اضطراب کو ثابت نہ کر سکا تو اس نے اس کی مزید تائید کے لیے موسیٰ بن جلال کی عبید اللہ بن عمر سے روایت کا انکار کر دیا اور اس پر دو باتوں سے استدلال کیا۔

۱۔ موسیٰ بن جلال نے عبید اللہ بن عمر کو نہ پایا ہے اور نہ ہی اس سے ملا ہے۔
حکایت: بلکہ اس نے ان کو تقیاً پایا ہے۔

کیونکہ موسیٰ بن جلال نے ان سے مقدم الوفاات حضرات سے روایت کی

ہے مثل محسن بن الحسن البصری (متوفی ۱۳۰ھ) المعروف بالقاری (تخ للضوی) اس سے روایت طبرانی الاذنیۃ لابن نعیم (۲۱۳/۶) میں بھی ہے۔ اور اس نے ہشام بن سنان سے روایت کی جیسا کہ کتاب الزہد (۲۷۹ طبع امام احمد) اور البیہقیۃ الاولیاء (۲۱۲/۶) میں ہے۔ اور ہشام بن سنان ۱۲۷ھ یا ۱۸۷ھ کو فوت ہوا۔

حبیب یہ ثابت ہو گیا تو موسیٰ بن ہلال کی روایت حبیب اللہ بن عمر بن ابیہی صحیح ہے کیونکہ اس نے اس کو راجع طور پر پایا ہے پھر یہ بھی ثابت ہے کہ وہ حجاز میں گیا تھا جیسا کہ (طبرانی ۲۱۳/۶) میں ہے، تو اس سے مزید موسیٰ بن ہلال کی حبیب اللہ بن عمر سے روایت کی تائید تاکید ہوتی ہے۔

۲۔ قولہ بعض راوی اس سے بالواسطہ عن عبید اللہ روایت کرتے ہیں اور بعض بالواسطہ موسیٰ بن ہلال عن عبید اللہ روایت کرتے ہیں ! میں کہتا ہوں : یہ تو بالکل آسان معاملہ ہے اور کمزور دلائل اکٹھا کرنے کا محتاج نہیں۔ اور ان میں گھڑت دلائل کے رد سے صرف نظر ہی ان نظر کے لیے بہتر ہے۔ لیکن بعض حضرات نے اس کا سہارا لیا ہے اس لیے ان کا رد ضروری ہے۔

بات چاہیے کہ یہ کلام لفظ یحییٰ کی وجہ سے قندوش ہے۔ پس معنی یہ ہوئے کہ بعض روایۃ اس کو عبید اللہ انصاری سے ایک واسطہ کے ذریعے سے بیان کرتے ہیں۔ یہ تو اجمال ہے۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے۔

یحییٰ راویوں نے موسیٰ بن ہلال سے روایت کیا ہے ان میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں ان میں سے یحییٰ بن سعید و عبد الرزاق و حماد بن اسامہ و ابو مطاویہ اور دیگر راوی عن عبید اللہ بن عمر ہیں۔

اور ان میں سے ابو امیہ الطرمذی و علی بن سعید بن نوح البغدادی یہ دونوں

روح بن عبادہ بن جبید اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں : اوردان میں سے محمد بن
سمایل انہی میں سے تھا محمد بن جابر الخزاز بھی یہ دونوں میں دیکھتے ہیں جبید اللہ بن عمر کے
طرف سے روایت کرتے ہیں اور آخری (محمد بن جابر) میں ابن جہینہ میں جبید اللہ
بن عمر سے روایت کرتا ہے۔

الغرض ضروری ہے کہ اس حدیث موسیٰ بن جابر میں جبید اللہ بن عمر کی سند
پر اتعال کا حکم لگایا جائے جب تک کہ حقائق کی نقلی کاتین نہ ہو چکے اس میں
تو حقائق کو ترجیح ہے تو اب اس پر اتعال کا حکم لگایا جائے گا اور پھر ابن عبد
عبد اللہ بن جابر جبید اللہ اور عبد اللہ میں اختیار نہیں کرتا اور
یہ نہیں جانتا کہ یہ دو مختلف اشخاص ہیں اور پھر اس پر استدلال اس بات سے
کیا کہ وہ جو کچھ اہل علم میں سے نہیں اور وہ ہی ضبط کے معاملہ پر حاکم کیا جاسکتا ہے
میں کہتا ہوں : یہ بات ابن عبد اللہ بن عمر کے دعویٰ اضطراب (جو اس نے اس
حدیث کے بارے میں کیا ہے) کے تابع ہے جس کا رد ہم انکار اللہ کریں گے۔
جس سے چندہ اشخاص روایت کریں اور ان میں سے مشہور حفاظ حدیث
میں ہوں جو کہ توثیق کے اعلیٰ درجہ میں ہیں۔

(ان میں سے ابن عبد اللہ بن عمر اس کے مذہب کے امام احمد بن حنبل شیعہ بنی
ہیں)

تو کیا انتہا ہوگی تردد، سقوط احتیاط اور جہالت کی کہ جس شخص نے اس حدیث
میں اضطراب کا قول کیا ہے اور پھر اس صورت میں بھی عبد اللہ بن عمر کا کیا حال ہوگا۔
حالانکہ حافظ جلیل یعقوب بن سفیان الخسری نے (معرفۃ و فہمۃ العربین) ۱۳۱
(۱۳۰۰-۱۳۰۱) میں اس پر حاکم کیا ہے :

اب مقصد کا پانا اور سہل ہو گیا۔ پس حدیث تفسیر متفق اور مشہور و مستند ہوگی۔

اب اس پر اضطراب کا دعویٰ بہت ہی عجیب ہے جو کرنا آسان ہے گزشتہ
کن مشکل۔

محدثین کے نزدیک یہ اصول طے شدہ ہے کہ اضطراب ایسی مختلف روایات
میں ہوتا ہے جن کا مبیح ہونا مستحضر یا نا ممکن ہو۔ پس اس باب میں تین مراتب
تو گئے تطبیق، ترجیح اضطراب اور تمیز میں ترتیب واجب ہے۔

حافظ عراقی نے فرمایا :

مضطرب الحدیث ما قد روا	مختلفاً من واحد فاضیلاً
فی متن أو سند ان التضعیف	فیہ تسامی الثقل ما بن دفع
بعدم الوجه لعل ینضطرب	والحکم لدرج متھا وأجنباً

کسی ایک راوی یا زیادہ سے جب کسی حدیث میں مختلف الفاظ وارد ہوں

تو وہ مضطرب الحدیث ہوگی)

یہ متن یا سند میں اگر واضح ہو جائے اور سند میں برابری ہو تو اس میں سے
ایک کو ترجیح دی جائیگی تو یہ اب مضطرب کے حکم میں نہیں کیونکہ راجح کے
لیے حکم واجب ہے یعنی راجح پر عمل ہوگا نہ کہ مرجوح پر جب موسیٰ بن جلال
سے تمام روایات دونوں طرف سے صحیح ثابت ہو گئیں تو ان احادیث کو جمع
کرنا لازم ہے تو ہم کہیں گے کہ موسیٰ بن جلال دونوں وجہوں سے روایت
کرتا ہے کہیں ایک طریقہ پر اور کہیں دوسرے راوی سے دوسرے طریقہ
سے (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

فصل

ابن عبد العادی نے (العلام ص ۳۳) پر کہا۔

اگر بالقرن موسیٰ بن ہلال کی روایت عبید اللہ سے ثابت بھی ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث صحیح ہو کیونکہ اس میں عبید اللہ سے یہ روایت کرنے میں اس کے تمام اصحاب میں سے موسیٰ بن ہلال منفرد ہے۔ علاوہ عبید اللہ کے دوسرے اصحاب موسیٰ کی نسبت زیادہ اس کے پاس نہ ہے اور اس سے زیادہ وہ اس کی حدیث کے حافظ اور اس سے حفظ و ضبط میں وہ موسیٰ سے جڑے ہوئے ہیں یہ تمام اشیاء ظاہر کرتی ہیں کہ یہ حدیث منکر اور غیر محفوظ ہے۔ اور عبید اللہ کے اصحاب اس سے روایت کرتے ہیں۔ جبروت ہیں جبکہ ابی یزید بن سعید القطان پھر عبید اللہ کے کچھ اصحاب گنوا کر کہا۔

کہ ان تمام مضبوط اصحاب میں سے کسی نے بھی عبید اللہ سے یہ روایت نہیں کی اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور ثقہ راوی نے یہ روایت اس سے لی ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہ منکر اور غیر مقبول ہے اور ہم یقین سے کہتے ہیں جس نے بھی اسے صحیح یا حسن کہا اس نے ضحاک۔

منکر کے دو شرائط

میں کہتا ہوں جب راوی منفرد ہو تو اس روایت کو منکر کہنے کے دو شرائط ہیں۔

۱۔ یہ کہ منفرد راوی اتنا ضعیف ہو کہ اس کی حدیث کو صحیح یا حسن قرار نہ دیا جاسکتا ہو۔

۲۔ یہ کہ اس حدیث کے ثوابہ و متابعات نہ پائے جائیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

جب مستند یا معروف بسوہ حفظ راوی منفرد ہو یا وہ راوی لیکن مشائخ میں

ضعیف ہو بہا سنے بعض کے اور کوئی اس کا متابیع یا شاہد بھی نہ پایا جانتے تو یہ منکر کی اقسام میں سے ایک قسم ہے (احکام ۲۰: ۶۷۵)

اور موسیٰ بن جلال العبدی نہ تو مستند ہے اور نہ ہی اس کا حافظہ کمزور اور نہ ہی یہ اس قدر ضعیف ہے تو اس کی حدیث پر یہ حکم کیسے لگایا جائے گا؟ جبکہ اس سے آئمہ محدثین مثلاً امام احمد بن حنبل کے روایت کی ہے۔ اور امام ابن عساکر اس کے بارے میں فرماتے ہیں لا بأس بہ ذکہ اس میں کوئی حرج نہیں) اور امام ذہبی فرماتے ہیں، صالح الحدیث۔ اور اگر ہم ایسے شخص کے تنفرد کو مستحکم تسلیم کر لیں تو ہم سنت کے بیشتر دافرحصہ محروم ہو جاتے گے۔ واللہ المستعان، اور اگر ہم ابن عبد الباقی سے متنفرد موسیٰ بن جلال کی تضعیف تسلیم بھی کر لیں تب بھی اس کی متنفرد روایت پر منکر کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے شاہد بہت سارے ہیں بلکہ اس کے متابیع بھی ہیں؛ (جیسا کہ عنقریب جانیں گے) انشا اللہ یہ وہ اصول حدیث ہیں جن سے ابن عبد الباقی نے اپنی تائید کے لیے غفلت سے کام لیا۔

فصل!

اگر ہم موسیٰ بن جلال العبدی کو ضعیف ہی تسلیم کر لیں تو بھی کوئی دو شخص اس میں اختلاف نہیں کر سکتے (بشرطیکہ ان میں سے ایک ابن عبد الباقی نہ ہو کہ جب اس حدیث کا متابیع پایا جائے اور یہ ایک اور مستند سے بھی مروی ہے تو حدیث حسن ہوگی۔

امام طبرانی نے (المعجم الکبیر ۱۲/ ۲۹۱) میں اس سنہ کے ساتھ روایت کی۔

عبد اللہ بن محمد العبادی بسند مذکور حضرت عبداللہ بن عمر
 البصری، ثنا مسلم بن صالح سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی
 عمر بن قافع بن سالم بن صوف میری قبر کی زیارت کے لیے آیا
 ابن عمر قال: قال رسول کہ اس کے علاوہ اس کو کوئی اور کاظمی
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن تھا تو مجھ پر حق ہے کہ میں بروہ
 جاد فی زائر الا یعجل لہ کیا ست اس کا شفیق بن باقل۔
 حاجۃ الا زیارتی کان حقاً
 علی ان اكون لہ شفیعاً یوم
 القیامۃ

امام جنس نے (مجمع الزوائد ۲/۲) میں کہا۔

اس کو امام طبرانی نے المعجم الاوسط اور المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے
 اور اس میں مسلم بن صالح راوی شیعہ ہے، اسی طرح اس کو طبرانی، غلی
 اور ابن ماجہ نے روایت کرتے ہوئے کہا، من تابع من سالم اور امام ابن اتوی
 نے بھی اپنی معجم میں من تابع و سالم ہی کہا ہے۔

ان تمام نے، عبداللہ بن محمد العبادی عن مسلم بن حیدر البصری کی سند سے
 بیان کی ہے۔ اور عبداللہ بن محمد البصری کے حالات امام سمائی نے
 الاصابہ میں تحریر کیے ہیں۔ اور اس کا متابع (جو اس سے ثقاہت میں میسر
 بنے مسلم بن حاتم ثقفی ہے۔

اس کو ابن حبان، ترمذی اور طبرانی نے ثقہ کہا ہے۔

(التہذیب ۱۰/۱۲۵)

وہ اس کو مسلم بن سالم الجعفی من عبد اللہ بن عمر العری کی سند سے بیان کرتے ہوئے
 فرمایا۔ حدثنی نافع عن سالم عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 من جاءني ذاتراً لا يعمل له حاجة الا ذيارتي كان حقاً على ان يكون
 له شفيعاً يوم القيامة

میں کہتا ہوں جو روایت مسلم بن حاتم الانصاری نے کی ہے وہ زیادہ صحیح
 ہے کیونکہ مسلم، عبد اللہ بن عمر العبادي سے زیادہ ثقہ ہے حاصل یہ کہ یہ کہ مسلم
 بن سالم الجعفی تک سے صحیح ہے لہذا اسی پر کام کرتے ہیں !
 پھر میں کہتا ہوں کہ اگرچہ امام ابو داؤد نے اس کے بارے فرمایا کہ یہ
 ثقہ نہیں ہے لیکن ابن السکین نے اس کی روایت کو صحیح کیا ہے اور یہ بات
 اس چیز کی مقتضی ہے کہ وہ اس (ابن السکین) کے نزدیک ثقہ ہو۔
 پس جس کی توثیق ابن السکین کرے اور ابو داؤد اس کی تضعیف کرے
 تو وہ راوی ہر شک متابع ہفتہ کی صلاحیت رکھتا ہے۔

فصل!

ابن عبد اللہ بن یزید اپنی عادت کے مطابق بے چین ہوا اور اس نے
 اس متابعت کو متعین کہتے ہوئے کہا۔

یہ حدیث ضعیف الاسناد اور حکرا المتین ہے یہ اجتماع کی صلاحیت نہیں
 رکھتی۔ اور اس جیسی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور اس کو اصحاب صحاح
 ستہ میں سے کسی نے روایت نہیں کیا اور نہ ہی امام احمد نے اپنی مستدرک
 اور نہ ہی کسی قابل اعتماد فرد میں سے کہ جنہوں نے اپنی کتب میں صحت کا احترام
 کیا۔ اور نہ ہی کسی قابل اعتماد امام نے اس کو صحیح کہا کہ جس کی تصحیح پر اعتماد کیا

ہائیکے۔ اور اس میں یہ شیخ منقول ہے کہ جو نقل علم میں معروف نہیں اور نہ ہی عمل حدیث میں مشہور ہے۔ اور نہ ہی اس کا حال ظاہر ہے کہ جس بنا پر اس کی خبر کو قبول کیا جائے۔ اور وہ مسلم بن سالم الجہنی ہے کہ جو اس منکر روایت کے علاوہ کسی اور روایت کے ساتھ مشہور نہیں ہے اور اس کی دوسری روایت جس کو امام طبرانی نے مندرجہ بالا سند کے ساتھ روایت کیا ہے یہ موضوع ہے اور اس کا حق یہ ہے۔

الحجامة فی الراس لمان مرمی فیکفے رگاز ۲۰ جنون و
من الجنون والجدیم والبرص کوشور برص کسستی وکاملی او
والفتاس والفرس دانت وددکی بیاوی سے مان ہے

اور اس سے ایک اور منکر روایت۔ العبادی۔ کے علاوہ راوی تھے روایت کی ہے پس جب ایسا مجہول الحال قلیل الروایت شخص جیسا کہ ان دونوں حدیثوں میں ہے عبید اللہ بن عمر جو کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آل میں سے اپنے زمانے میں سب سے زیادہ ثقہ اور عن نافع عن سالم عن ابیہ عبد اللہ بن عمرو کے طریق میں احفظ ہے۔ تمام اصحاب جلیلہ جو کہ ثقافت میں سے منفرد ہو تو ایسے شخص کے روایت سے احتیاج درست نہیں ہے اور نہ ہی اس کی روایت پر اعتماد جائز ہے۔

اسے حافظ ابو علی بن السکن نے صحیح قرار دیا ہے:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا ضعیف الاسناد اور منکر المتن ہر نا پس متعارف ہے اور کہ اسے ایک شخص نے صحیح کہا۔ جو اس فن کا امام اور مقتدا ہے۔ یعنی حافظ ابو علی بن السکن (ابن حزم نے جب کتب حدیث

کے مراتب بنائے تو صحیح دین اسکن کو بھاری دسلم کے بعد میسرے مقام پر دکھا ہے انہوں نے اس مفروضہ طریق کی تصحیح کی ہے اب کیا خیال ہے؟ پس یہ طریق موسیٰ بن بلال کا تابع ہے جو حسب قواعد مقبول حدیث ہے اور منکر متن جوتے پر کوئی دلیل نہیں، منکر متن "یہ ایسا دعویٰ ہے کہ جس کی کوئی سند نہیں ہے یہ صرف سینہ فردا ہے اور ابن عبد اللہ نے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی تاکہ اس دعویٰ کو قائم رکھا جاسکے۔

فن حدیث سے آگاہ شخص یہ اعتراض کر ہی نہیں سکتا

اس (ابن عبد اللہ) کا یہ کہنا کہ اس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ اور نہ ہی امام احمد نے اپنی مستند میں اس کو روایت کیا ہے۔ الخ ایسا اعتراض وہ شخص نہیں کر سکتا جو علم حدیث سے واقف ہو جیسا کہ ابن عبد اللہ کیونکہ علماء حدیث کے لیے یہ شرط ہرگز نہیں لگاتے کہ وہ حدیث ان کتب میں مروی ہو جن کا نام ابن ہادی سے آیا ہے۔ کیونکہ اعتقاد سند کا ہے نہ کہ کتاب کا، سو اس نے ان کتب کے کہ جن میں معین شرط ہیں۔ کیونکہ کتاب حدیث کی قوت اور ضعف میں فائدہ نہیں دیتی ایسے ہی صاحب کتاب حدیث کو کسی قسم کا فائدہ نہیں دیتا اگر اس کی بیان کردہ سند ضعیف ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کتاب منکرات و بیات اور موقوفات سے بھری جوتی ہے اور ضعف اسی حدیث صحیحہ اور مقبولہ اور متابعات مقبولہ سند بیان کر دیتا ہے تو اس حدیث پر صحت یا حسن کا حکم کتاب سے بالآخر جو کہ سند کے حال کے مطابق لگایا جائے گا۔ تمام کتب حدیث کا یہی حال ہے سو اس نے ان کتب کے کہ جن میں صحیح کی شرط لگائی ہے جیسا کہ صاحب صحاح اور

مستخرجات

حاصل کلام یہ کہ ابن عبد البادی کا کلام قواعد علم حدیث کے بارے میں نکتہ
ہے کیونکہ مصنف حدیث کی شرائط میں یہ شرط ہرگز نہیں ہے کہ وہ غلام کتاب
میں موجود ہو اور غلام کتاب میں نہ ہو!

اور اس متابعت کی تصحیح ابن اسکن سے یوں کی ہے کہ اس نے اس
حدیث کو اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے! اور اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر
اور المعجم الاوسط دونوں میں ذکر کیا اور یہ دونوں کتب اسلام کی اہم
کتب میں سے ہیں۔

ابن تیمیہ نے (المنہاج ۲/۱۲۲) میں کہا!

کہا حدیث منقولہ کے صدق و کذب کا مدار اس کے طرق (استاد) پر ہوتا
ہے۔ غور کرو طرق کہا اور ابن عبد البادی کا قول کہ اس حدیث میں یہ شائع مستفرد ہے۔ الخ
میں لبتا ہوں، اس شیخ سے مراد مسند بن سالم البہی ہے جیسا کہ گور
یہ اس میں مفرد نہیں ہے۔ بلکہ اس کا متابع محسن بن جلال ہے اور جیسا کہ اوپر کلام
مفصل گور چکا کہ مسند بن سالم البہی متابعت کی اصطلاح رکھتا ہے۔

اور اس کی دو حدیثیں جن کو طبرانی نے روایت کیا ہے ان پر ابن عبد البادی
نے وضع اور تکرار (منکر) کا حکم لگایا ہے۔ پہلی حدیث: وہ بچھنے لگنے والی
حدیث ہے کہ سر میں بچھنے لگانا۔ جنوں: کوڑھ بدمس سستی اور دانت دو
سے شفا ہے۔

ابن عبد البادی سے پہلے اس پر کسی نے موضوع ہونے کا حکم نہیں لگایا۔
اس نے اس حدیث پر وضع کا حکم کیسے لگایا جیکہ اس کا شاہد حضرت عبد اللہ

نہ عباس سے کوئی حد ہے۔

جسے عقلمندی نے (۸۳/۱) اور ابن عساکر نے (۲۰۷۳/۹) نے روایت کیا ہے۔

اس میں اسما جلی بن شیبہ الطائفی اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس پر کذب کی

تہمت نہیں ہے۔

جب یہ شاہد مسلم بن سالم الجہنی کے ساتھ مل گیا تو اب اس پر وضع کا حکم

لگاتا تو اعداد حدیث کی دوسرے خباہت عجیب ہے۔

اور دوسری حدیث تو اس میں معمولی حرج ہے کوئی بڑا معاملہ نہیں ہے اور

اس سے راوی استہزاء سے خارج نہیں ہوتا اور امام بیہقی نے (مجمع الزوائد

۲۱۱/۲) میں مسلم بن سالم کی صرف تصدیق کی ہے یعنی اس کا متابعات اور

ثوابہ میں اعتبار کیا جائے گا۔ اور یہ قول حافظ ۱۰۲۰ قد اور صاحب المائے محدث

کا ہے کسی تشدد اور حرج کا نہیں ہے کہ اس سے صرف نظر کر لی جائے۔

اور اس (عبداللہ بن ابی قتیبہ) کہ جب ایسا مجہول لال اور قلیل امر وایتہ شیخ

متفرد ہو جیسا کہ ان دو افراد میں (ایات میں) حیدر اللہ بن علی ہے (الخ)

میں کہتا ہوں یہ ایسا دعویٰ ہے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ اور وہی

یہ راوی مجہول الحال ہے۔ کیونکہ اس بات کسی نے تصریح نہیں کی۔ بلکہ اس

سے ایک جماعت نے روایت کی ہے انہی اسکن نے اس کی تصحیح بیان کی

ہے۔ اور امام ابو داؤد نے اس کے بارے میں کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے اور یہ

کوہنہ، جی مرام کی مسجد کا امام تھا اس کے بعد یہ شخص کیسے مجہول ہو سکتا

ہے؟

اور اگر یہ حیدر اللہ بن ابی ہریرہ سے متفرد بھی ہو تو کوئی نقصان نہیں کیونکہ

اس کا تابع موسیٰ بن لہل الہیری ہے اور اسی طرح کے غیب کا جو بیچ جیسے کام کر رہا ہے

عبداللہ بن عمر العمری کا مقام

وہی تیسری بات جو عبداللہ بن عمر العمری کے حال سے خاص ہے۔ ایسی ہی
نے اس بارے میں کہا۔

اندر حراج و اُعدلی کی ایک جماعت نے عبداللہ العمری میں کلام کیا ہے۔ اور اس
کی صورت، حفظ اور روایات میں مخالفتِ ثقافت کی نسبت کی ہے امام ابو حاتم محمد
بن حبان البستی نے کتاب (المجروحین من المحدثین) میں کہا۔ عبداللہ بن عمر بن حفص
بن عاصم بن عمر بن الخطاب العمری، عبداللہ بن عمر کا بھائی ال مدینہ میں سے ہے
وہ نافع سے روایت کرتا ہے اور اس سے عرائض اور ال مدینہ سے روایت کی
ہے۔ اس پر مکی اور مدائن کا غلبہ تھا حتیٰ کہ اخبار کو حفظ کرنے اور اُعدلی کے حفظ
میں غفلت برتی پس اس کی روایت میں خاکیز ہیں لہذا جب نقلی قسم کی غلطی
کرے تو ترک کا مستحق ہے بھی۔ وہی فوت ہوا۔

ہمدانی نے روایت کی وہ عمرو بن علی سے کہ یحییٰ بن سعید عبداللہ بن عمر
سے حدیث نہیں لیتے تھے اور ابو حاتم نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے نافع عن
عمر کے طریق سے جی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم جب وضو فرماتے تو اپنی دائیں مبارک کا خلال کرتے تھے۔ اور اس
نے نافع عن ابن عمر سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

من اتى عرافا قاضا لم تقبل

جو بخودی کے پاس گیا اور اس سے

لا صلاة اربعين يوما

سوال کیا تو اس کی غار چالیس دن

تک قبول نہیں ہوگی۔

اور نافع عن ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اسہو بطا اس سہمیں و کہ گھوڑ سوار کیلئے دوست ہے اور
 بطو اصل سہما پیدل جہاد کرنے والے کیلئے ایک نقص
 اس میں ایسے تقویات اور عزومات ہیں جن کا شمار ہر وہ شخص کرے
 گا جس کا مطالعہ گہرا اور ان کے مصداق سے واقف ہے۔

امام ابو یوسف ترمذی نے اپنی (جامع) میں فرمایا۔
 عبد اللہ بن عمر کی یحییٰ بن سعید نے حنفی کی وجہ سے تضعیف فرمائی ہے۔
 امام بخاری نے اپنی تاریخ میں فرمایا۔ یحییٰ بن سعید اس کی تضعیف کرتے
 تھے۔ امام شافعی نے۔ کتاب الکف، میں فرمایا ضعیف ہے۔
 امام حقیقی فرماتے ہیں۔
 یحییٰ بن سعید نے اس کو ضعیف کہا۔

عبد اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے پوچھا
 تو فرمایا۔ یہ ایسا ایسا ہے۔
 امام ابو ذر عد دمشقی نے فرمایا۔

امام احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ عبد اللہ بن عمر کی حدیث کیسی ہے تو فرمایا
 کہ یہ اسانید میں زیادتی کرتا ہے اور مخالفت کرتا ہے آدمی ٹیک تھا۔
 امام حقیقی نے امام احمد کا یہ قول ابو بکر الہرثم سے بیان فرمایا ہے۔
 اس بن مسعود نے امام یحییٰ بن سعید سے روایت کی انہوں نے کہا
 (صوریج) ہے۔

امام عبد اللہ بن علی المدینی نے اپنے باپ علی بن المدینی سے
 روایت کی کہ وہ ضعیف ہے۔ امام یعقوب بن شیبہ نے فرمایا صدوق (سچا)
 ہے مگر اس کی حدیث میں اضطراب ہے۔ امام صالح بن محمد البغدادی نے فرمایا

مکڑ اور لیس الحدیث ہے۔ امام ابو محمد عالم نے کہا کہ یہ ان کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ (الاعلام المتکلی، ۳۶-۳۸)

میں کہتا ہوں کہ ابن عبداللہ نے زیادتی سے کام لیا ہے کہ جبرجہ تو تمام بیان کردی مگر تعدیل سے صرف چند چیزوں پر قناعت کی۔ اب جو شخص ابن عبداللہ کی عبارت تک ہی محدود رہے گا تو وہ کچھ گا کہ یہ راوی واقعی ضعیف ہے لکھنوی الواقع اور نفس الامراس کے بالکل لائق ہے۔ لہذا ان درج ذیل امور کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

فصل

ابن حبان جرح میں متشدد ہیں:

۱۔ ابن حبان نے یہ کام (المیزان ۲/۶) میں کیا ہے۔

ابن حبان کا جرح میں مبالغہ کرنا اور تشدد بڑا مشہور ہے محمد بن عیسیٰ کی ایک جماعت نے ابن حبان کا تشدد اور مبالغہ بیان کیا ہے ان میں سے امام ذہبی اور ابن حجر بھی ہیں

امام ذہبی (المیزان ۲/۳۶) میں اقلیٰ بن سعید کے حالات میں ابن حبان کے قول ذکر یہ ثقافت سے مومنوعات معایت کرتا ہے اس سے احتجاج جائز نہیں اور اس سے کسی حال میں بھی روایت نہیں لی جاسکتی گی۔ پر قرعہ تھے۔

ابن حبان بعض اوقات ثقہ راوی پر جرح کرتا ہے حتیٰ کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے متر سے کیا نکل رہا ہے۔ اور محمد بن فضل السدوسی المعروف بھام

کے حالات (۸/۴) میں فرمایا۔

دارقطنی نے کہا کہ آخر میں اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا اور اختلاف کے بعد اس پر حدیث منکر ظاہر نہیں ہوتی تھی۔
اور عام ثقہ ہے۔

میں (ذہبی) کہتا ہوں یہ قول اپنے زمانے کے اس حافظ کا ہے کہ
تمام قسانی کے بعد اس جیسا کوئی نہیں آیا۔ اب ابن حبان کا قول کہاں
گیا جو اس نے عام کے بارے کیا۔

یہ آخری عمر میں مختلط اور متغیر ہو گیا تھا حتیٰ کہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کب
بیان کر رہا ہے پس اس کی حدیث میں کثرت سے منکر روایات واقع ہو
ہو گئیں پس واجب ہے کہ اس کی ایسی حدیث سے اجتناب کیا جائے جو
اس سے متاخرین کی ہیں۔ اور جب اس کی تیز نہ ہو سکے تو اس کی تمام احادیث
کو ترک کر دینا چاہیے اور کسی شے میں بھی اس سے احتیاج نہ کیا جائے گا۔
اور ابوب بن عبد السلام کے ترجمہ (۱۰۹/۱) میں کہا۔

ابن حبان صاحب طعن شیخ اور صاحب تشفیہ ہے۔ اور سید بن حمزہ
الکلبی کے ترجمہ میں انکی ابن معین وغیرہ سے توفیق بیان کرنے کے بعد کہا۔
ابن حبان حد سے بڑھ گیا اور سراف کرتے ہوئے کہا کہ یہ شخص اسناد کو قلب
کر دیتا ہے اور صحیح اسناد کے ساتھ من گھڑت متون بیان کر دیتا ہے۔

(المیزان ۲۵۳/۱)

اور عثمان بن عبد الرحمن الطرطوسی کے حالات (۳۵۱/۲) میں فرمایا۔

اور ابن حبان نے اپنی حالت سے مجبور ہوتے ہوئے کہا۔

یہ ضعیف لوگوں سے اشیاء روایت کرتا ہے اور ثقات سے

تدیس کرتا ہے کہ غنے والے کو شک بھی نہیں گزرتا کہ یہ موضوع ہے پس اس کی اخبار میں موضوعات کی بھرمار ہو گئی تو لوگوں نے اس پر حرج کی سب سے نزدیک اس سے کہی حال میں بھی روایت لینا جائز نہیں ہے۔
 حاصل کلام یہ کہ ابن حبان کا کلام اس باب میں تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ خاص کر ایسے رجال کے بارے میں جن کی توفیق کی گئی ہے۔ ابن حبان نے دلیل کے طور پر عبداللہ العری کی تین احادیث بیان کر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ابن میں عبداللہ نے خطا کی ہے۔

۱۔ کہ اس نے ناسخ من ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبیب وضو فرماتے تو وہی شریعت کا خلال کیا کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اس روایت میں کوئی علت ہے تو وہ عبداللہ العری سے روایت کرنے والے راوی میں ہے۔
 اس پر محدثین کی تصریح موجود ہے مثلاً

امام طبرانی نے معجم الاوسط (مجمع البحرین ۳۹/۱) میں کہا یہ روایت سوانہ منزل بن اسماعیل کے اور کسی نے عبداللہ العری سے نہیں کی۔
 اور منزل بن اسماعیل کی جماعت محدثین نے تصنیف کی ہے امام بخاری ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ منکر الحدیث ہے۔

پس اولیٰ بلکہ عاجز ہے کہ اس علت کا سبب منزل بن اسماعیل کو ہی بتایا جائے۔

۲۔ امام ابن حبان نے کہا کہ عبداللہ نے روایت کی نافع سے انہو نے ابن عمر سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بخاری کے

پاس آیا اور اس سے سوال کیا اس کی چالیس روز تک نماز قبول نہیں ہوتی۔ اسے ابن وہب نے (المجامع، ۱۱۱) میں اس طرح بیان کیا ہے۔

میں نے عبد اللہ سے سنا وہ نافع سے روایت کرتا ہے وہ حضرت ابن عمر سے مرفوعاً بیان کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابن حبان کا خیال ہے کہ عبد اللہ نے اپنے بھائی کی لغت کی ہے جس سے اس روایت کو نافع عن صفیہ عن لعنف ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

اس سند سے اس کو مسلم نے اپنی (صحیح، ۱۷۵۵) امام احمد نے اپنے مسند میں (۹۸/۴) ابو نعیم نے (علیہ ۱۰/۱۷۵) اور تاریخ الضمہان میں اور حنفی نے (السنن الکبریٰ ۸/۱۳۸) میں روایت کیا۔ پس ابن حبان نے من نافع عن صفیہ والی مسند کو صواب قرار دیدیا۔ حالانکہ ابو نعیم نے (علیہ ۸/۱۷۵) میں ابواسحاق السبکی عن سعید بن وہب عن ابیہار رمی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت بیان کی۔

میں کہتا ہوں کہ ابو اسحاق السبکی اور سعید بن وہب دونوں معروض اور ثقہ ہیں یہ متابعت تقابہ کرتی ہے۔ یہ حدیث سند عبد اللہ بن عمر سے صحیح ہے اور اس میں عبد اللہ العمری نے کوئی خطا نہیں کی جیسا کہ عبد اللہ العمری کو قاطعی قرار دینے والوں نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔

۳۰۔ ابن حبان نے کہا۔ کہ نافع نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ٹھوڑا سوار مجاہد کے لیے مال غنیمت میں سے دو حصے اور پیدل مجاہد کے لیے ایک حصہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابن حبان کا خیال ہے کہ اس میں عبد اللہ العمری نے

اپنے بھائی عید اللہ کی مخالفت کی ہے کہ اس نے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔

ابن النبی علی اللہ علیہ وسلم جیل
الفرس سہمین ولصاحبہ
کہ گھوڑے کے لیے دو حصے
اور پیدل کیلئے ایک حصہ
سہجاء۔
ہے۔

اس کا جواب وہی ہے جو کہ علامہ ابن حجر نے (فتح الباری ۶/۶۸۷)

میں دیتے ہوئے کہا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ ایک حصہ گھوڑے کے لیے اس کے گھوڑے
کے سبب اس حصہ کے سوا ہے جو کہ اس کا اپنا مخصوص حصہ ہے۔

اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس میں عید اللہ العمری نے غلط کی ہے
تو یہ اس کی ہر روایت کے لیے تو نقصان دہ نہیں ہوگی۔ اور زیادہ
روایات کرنے والا آدمی کبھی کسی حدیث میں غلطی کر جائے تو اس
کا جو حکم ہوتا ہے اس کے مطابق ہوگا

اعتراض و جواب:

اور اگر کہا جائے کہ معنی ترک بن جان کے علاوہ ابن عمر نے بھی ذکر کیا ہے اور

ابن عمار الموصلی بھی جیسا کہ (تہذیب التہذیب ۵/۲۸۸) میں ہے کہ اس
کو سوائے یحییٰ بن سعید کے کسی اور نے ترک نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں کہ عمرو بن علی الفلاس نے کہا کہ یحییٰ بن سعید اس سے
روایت نہیں کرتے۔ یہ اور اس کے علاوہ کسی نے بھی یحییٰ بن سعید
کی اس سے عدم روایت پر دلیل بیان نہیں کی۔ اور ماہرین جانتے ہیں

کہ ابن عمار نے ترک کا لفظ یہاں اصطلاحی معنی میں استعمال نہیں کیا۔ بلکہ ان کا لفظ بمعنی عدم روایت لیا ہے اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے جو ذہن میں رکھنا چاہیے اور اس کی تائید و وضاحت امام ابو یوسف، ترمذی کا قول کرتا ہے جو (العلل سے شرح ۱۲۰) میں ہے: کہ یحییٰ بن سعید سے منقول کہ جب ایک آدمی اپنے حفظ سے حدیث بیان کرے اور دوسری مرتبہ اس کے علاوہ بیان کرے تو ایک روایت پر اس کا ترک ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان لوگوں سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ جن کو یحییٰ بن سعید القفطان عبد اللہ بن ابی ہادی جس سے عبد اللہ العمری کی حدیث میں عیب جان کیا ہے ایک راوی کے بارے میں خود کہتا ہے کہ یحییٰ بن سعید کا کسی راوی سے خوش نہ ہونا اس کے روایت کے قانع نہیں ہے کیونکہ یحییٰ کی شرائط رجال کے بارے میں بڑی سخت ہیں اور اسی لیے وہ خود کہتے ہیں کہ میں کسی راوی سے راضی نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس راوی سے پانچ آدمی روایت کریں۔ اس کیفیت سے اگر وہ کسی راوی سے روایت نہیں کرتے تو وہ عبد اللہ العمری کی طرح ہی ہوگا۔ (دقائق)

ترک کا معنی روایت نہ لینا بھی ہے

حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری (۲-۴) میں زہیر البصری کے مکتب میں فرمایا۔

امام باہجی نے بخاری کے رجال کے بارے میں علی بن مدینی سے بیان کیا کہ اس کو شعبہ نے ترک کیا ہے تو میں کہتا ہوں ان کی اس سے مراد یہ ہے کہ شعبہ نے اس سے روایت نہیں لی۔ اور ان دونوں نقلوں

میں واضح فرق ہے۔ اور کبھی روایت مذہبنا ایسے شیعہ کی بنا پر ہوتا ہے جس سے حجرج لازم نہیں آتی۔ اور قابل انتفات نہیں ایک ان دلائل میں سے جو دلالت کرتے ہیں کہ عبد اللہ العری کے بارے میں بنی حبان کا قول غیر معمولی ہوا و قابل انتفات نہیں بلکہ دلیل صحیحہ کہ العری کے بارے میں حدیث میں کی دو آراء —

پہلی بعض ان کی روایت کو قبول کرتے اور بعض انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں اور یہ دوسرا گروہ بھی ان کی حدیث کو بطور متابع اور ضابطہ قبول کرتا ہے۔ اور یہ سب سے مشہور اصول ہے کہ متروک کی حدیث متابعات اور ضابطہ میں بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ پس معلوم ہوا کہ اس کا ضعف ان کے نزدیک نہایت خفیف ہے جو کہ متابع اور ضابطہ کے اُتے سے ذائل ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حدیث حسن لغیرہ کے درجہ میں ترقی کر جاتی ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس سے امام مسلم نے صحیح میں اس کے بہائی جلیقہ کے ساتھ مقرون روایت کی ہے۔

یہی جس راوی سے امام مسلم اپنی صحیح میں اخراج کریں اگرچہ کسی دوسرے کے ساتھ مقرون ہی ہو تو کیا اس کا حال وہ ہوگا جو کہ ان بنی حبان نے بیان کیا اور ابن عبد العادی نے اس پر اجماع کیا۔

دو درجہ سے محل نظر

ابن عبدالبہادی نے امام احمد بن حنبل سے ان کا یہ قول نقل کیا کہ یہ ایسا ایسا ہے اور یہ سندوں میں زیادتی کرتا اور مخالفت کرتا ہے لیکن آدمی نیک تھا،

میں کہتا ہوں کہ یہاں تک پہلے قول کا تعلق ہے تو وہ دو درجہ سے محل نظر ہے۔

۱۔ امام ذہبی نے میزان (۴/۳۸۴) میں یونس بن ابی اسحاق یسعی کے حالات میں امام احمد کے قول (کذا وکذا) کے بارے میں فرمایا۔ کہ یہ قول عبد اللہ بن احمد زیادہ تر ان کے بارے میں استعمال کتے ہیں جن کے بارے میں ان کے والد نے آگاہ کیا ویکثر مقامات پر اس کا استعمال بتاتا ہے کہ یہ اس راوی کے بارے ہے کہ جس میں یونس بن عبد الرحمن کا درجہ ثمن سے نہایت کم درجہ ہوتا ہے۔

لیکن افسوس ابن عبدالبہادی نے امام احمد کا وہ قول ذکر نہیں کیا جو العمری کی توثیق پر دلالت کرتا ہے۔ انہوں نے کہا۔

صالح لا یاس بد و قدادی یہ صالح آدمی ہے اس میں کوئی عیب الناس صریح نہیں اور بہت لوگ اس

سے روایت ملے ہیں

(المخرج والتعدي ۱۰۹/۵ - ۱۱۰)

۲۔ امام ابن عدی نے (الکامل) - (۱/۲۰۰) میں بیان کیا ہے۔

امام احمد سے العمري کے بارے نقل فرمایا کہ وہ ایسا ایسا ہے۔
ابو طالب نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے العمري کے مشفق پوچھا
تو انہوں نے فرمایا۔

صالح قدس وی عنہ	صالح عمار اس سے روایت کی
لا بأس به و لكن ليس	گنہگار اس میں کوئی حرج نہیں
مثل اخيم عبيد الله	لیکن یہ اپنے بھائی عبید اللہ کے
	مثل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام احمد بن حنبل کے اقوال سے آگاہ آدمی جانتا ہے
کہ ان کا حکم اس راوی کی توثیق نسبت یا منفع — بیان کر رہا ہے۔
کیونکہ دوسرا لفظ کہ معنی متعین کر رہا ہے کہ وہ بہ نسبت اپنے بھائی
عبید اللہ (جو کہ زبردست ثقہ اور حافظ ہے) سے نچلے درجے میں ہے۔

امام سخاوی کا اہم نوٹ

اور امام سخاوی نے حبرہ و تعدیلہ نہیں ہے (فتح الملیفۃ ۱/۴۸۸)

میں یہ نوٹ لکھا ہے۔

ضروری ہے کہ تزکیہ کرنے والوں کے اقوال و معارج میں آدھی غور
فکر کرے۔ کبھی وہ کہتے ہیں۔ فلاں ثقہ ہے یا ضعیف ہے تو اس
سے انکی مراد یہ نہیں ہوتی کہ ان کی روایت سے احتیاج درست ہے
یا اس کی روایت کو رد کر دینا چاہیے بلکہ یہ اس شخص کی بہ نسبت ہوتا
ہے جو کہ اس کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے کہ جس کے بارے میں سائل
سوال کرتا ہے۔ وہ فاضل کے بارے میں اس کے حدیث مندرجہ ہوتے

کے بارے سوال کرتا ہے اور وہ ضعیف کے ساتھ مل ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کے بارے میں تو کیا کہتا ہے تو وہ کہتا ہے فلاں ثقہ ہے تو اس کی مزید ہوتی ہے کہ وہ ضعیف نہیں اور جب اس سے صرف اکیلے کے بارے میں سوال ہوتا تو وہ اس کا حال متوسط بیان کرتا ہے اس کی ہمت ساری مثالیں میں مگر ان کے فکر سے کلام طویل نہیں کرنا چاہتے۔ (یعنی راوی بذات خود متوسط درجہ کا ہے لیکن جب اس کے ساتھ دوسرے شخص مل جاتا ہے اور دونوں کے بارے میں اکٹھا سوال ہو تو ضعیف راوی کی نسبت اس کو مطلقاً ثقہ کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ وہ متوسط طبقہ کا ثقہ ہوتا ہے اسی طرح مطلقاً ضعیف کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ وہ متوسط درجہ کا ضعیف ہوتا ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ روایت عبداللہ کے مطابق امام احمد کا لہجہ اس کو کمزور کہنا اس کے صحابی عبداللہ کی نسبت (جو ثقہ اور حافظہ ہے) اور اس کی تائید ابن عبدالباقی سے بھی آئے گی۔ (انشاء اللہ)

فصل

امام ابن معین کی توثیق

ابن عبدالباقی نے امام یحییٰ بن معین سے دو قول نقل کیے ہیں پہلا یہ کہ اس کا ضعیف ہونا دوسرا اس کا نہایت ہی کم درجہ کا مصلح

ہونا۔

لنگران کے بارے میں یحییٰ بن معین نے جو کچھ کہا ہے وہ تمام کا احاطہ نہیں کیا۔

ابن ابی مرجم نے یحییٰ بن معین سے الہ کے بارے میں نقل کیا۔

لیس بہ بائس اس میں کوئی حرج نہیں اور اس

یکتب حد یشہ حدیث لکھی جاتی ہے۔

اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ ابن معین کا کبھی شخص کے بارے میں ایسی ہر

بائس کہتے کا معنی یہ ہوتا ہے کہ وہ ثقہ ہے۔

عثمان بن سعید الدری کہتے ہیں میں نے ابن معین سے کہا کہ عبد اللہ بن عمری

کا نافع سے کیا حال ہے فرمایا کہ صالح ثقہ ہے (اسکاں ۱/۴۵۹)

۱۔ ابن معین سے عمری کی مطلقاً توثیق مروی ہے

۲۔ اس سے اس کی روایت بالخصوص نافع سے توثیق ہے۔ جیسا کہ پہلی

یہ حدیث ہے۔

یہ امام جبرج والتعدیل کی طرف سے نزاع کو ختم کرنے کے لئے

نص کا طبع ہے۔

جس امام دارمی نے امام ابن معین سے یہ نص روایت کی ہے

وہ ان کے مشہور اور معتبر ترین شاگردوں میں سے ہے۔

سابقہ عبارات سے معلوم ہوا کہ امام احمد اور امام جبرج والتعدیل

یحییٰ بن معین کے اقوال میں سے راجح اقوال کے مطابق عبد اللہ بن

عمری کی حدیث مقبول ہے اور حسب تک اس کی مخالفت نہ پائی

جائے گی اس پر اعتماد کیا جائے گا۔ یہ اس کی مشہور جمہور ثقافت کے

خود یک شان ہے۔

فصل

عبداللہ بن عمر العمری کی توثیق پر ائمہ محدثین کی تصریحات

جب قارئین کرام پر بھی بن معین و احمد بن حنبل اور ابن حبان کے «العمری» کے بارے میں اقوال کی حقیقت واضح ہو چکی تو اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اس کو جماعت ائمہ نے ثقہ کہا ہے اور بہت سے حفاظ امت نے اس پر اعتماد کیا ہے اور یہ کتب جرح و تعدیل میں مشہور و مسطور ہے۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ ابن عبد اللہ بن عمر نے ان اقوال توثیق کو بیان نہیں کیا۔ اور «العمری» کو ثقہ کہنے والوں میں (جس کا ذکر ابی عبد اللہ بن عمر نے نہیں کیا) وہ امام العظمیٰ احمد بن صالح العمری ہے۔ (ثققات ابن شاذان ۱۵۱)

امام ابو حاتم الرازی «المجروح ۵/ ۱۱۰» میں بیان کرتے ہیں۔
میں نے احمد بن صالح کو دیکھا کہ یحییٰ بن اشعث ابی عبد اللہ العمری وہ
عبداللہ بن عمر العمری کی تعریف کرتے تھے۔
امام علی بن سیدنا نے فرمایا۔

لا بأس بہ (الثقات ۲۲۹) کہ اس سے روایت کرنے میں
کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابن شاذان نے اس کو ثقہ کہا کیونکہ انہوں نے اس کو اپنی
(کتاب الثقات ۱۵۱) میں ذکر کیا ہے۔

امام غزالی نے فرمایا۔

ثقف ہے لیکن حفاظ حدیث اس کے حفظ سے راہی نہیں ہیں اور ان کا کہنا کہ حفاظ حدیث ان کے حفظ سے راہی نہیں، کا مقہوم یہ ہے کہ بہت زیادہ محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ ایسے اقوال کی مثال مقدمہ فتح الباری (۴۲۰) میں ملاحظہ فرمائیں۔

بإشاعة اس سے مراد یہ ہو کہ اس کا ملاحظہ اپنے بھائی حیدر شاہ العری کی طرح قوی نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں بہت سارے اقوال اس کے بھائی کی مخالفت کی وجہ سے رافض ہوئے ہیں۔

جیسا کہ امام ابن عساکر کی اس سند میں تصریح آ رہی ہے۔
الغرض یہ راوی امام ابو یعلیٰ الخلیلی کے نزدیک ثقف ہے۔

عبد الرحمن بن محمد بن اس سے روایت کرتے ہیں اور اس کی ابو یعلیٰ الموصلیٰ حمیسین کہتے ہیں اور ایسے ہی یعقوب بن شیبہ اس کو حسن کہتے ہوئے تاریخ بغداد (۴۰/۱) میں کہا۔

صندوق ہے مگر اسکی حدیث میں اضطراب ہے۔
حدیث میں اضطراب کا ہوتا اس کو ثقف اور صندوق کی تصریح سے خارج نہیں کرتا۔

ابن اسکن نے اس کی حدیث کو صحیح کہا اور یہ ان کی طرف سے اس کی توثیق ہے۔

اور امام ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا (ترمذی مع شرح تحفہ
۳۹۱/۳۹۲) باب بالیقول انوار فی سبلی۔ اور باب فی ثواب الحج (۴۰/۳۹۰)
اور باب دخول مکہ نہارا

(یہاں عبدالرحمن مہارکھری کو سمجھو کہ اس نے اسے عبید اللہ بن عمر
 العمری سمجھا حالانکہ یہ عبید اللہ بن عمر العمری ہے) (تحفۃ ۱۷: ۱۷۷)
 امام بخاری نے اس کی حدیث کی تصحیح کو جائز رکھا مباد کہ ان کی حمایت
 و جہد و رفع لیلہ بن ۵ ہجری کس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور انہوں نے
 اس کو اپنی صحیحہ کی کتاب العلم باب المتاملہ (الفتح ۱۴/۱۵) میں ذکر کیا
 اور مکرمانی نے جزم کیا ہے کہ یہ العمری ہے اور امام بخاری عینی بھی اس
 طرف مائل ہیں (۱۷/۱۷۷) اور حافظ ابن حجر نے ان دونوں کی مخالفت
 کی ہے (الفتح ۱۴/۱۵) اور امام ابن کثیر نے سورۃ القصص کے شروع
 میں ان کی تحسین کی ہے اور امام المنذری نے الترغیب والترہیب میں
 اس کو حسن کہا ہے۔ (لیکن اس وقت مقام یاد نہیں کہ کہاں ذکر کیا ہے)۔
 ابن عدی نے (الکامل ۱۵/۱۸۶۹) میں کہا کہ لوگوں نے اس کی توثیق
 کی ہے۔ یعنی لوگوں نے اس کی حدیث قبول کی ہے!

امام ابن عدی نے (الکامل ۱۴/۱۸۶۹) میں فرمایا

عبید اللہ عمر کی حدیث صالح ہے اور اس سے ابن وہب اور دیگر جیسے
 ثقافت نے روایت لی ہے اور ان کی روایات میں کوئی حرج نہیں اور
 ائمہ نے ان کے بارے میں فقط یہ فرمایا کہ وہ اپنے بھائی عبید اللہ کی طرف
 تعلق نہیں ہے لیکن بذات خود صدوق ہے اور اس جگہ روایت لینے میں کوئی
 حرج نہیں ہے۔

امام ابن عدی کا یہ قول ان کے بارے میں نہایت ہی مقبول

پس متکلم فیہ راوی کی حدیث حسن شمار ہوگی جب تک کہ اس کی مخالفت اس سے زیادہ ثقہ سے ثابت نہ ہو۔ اور اس کا ترجمہ ان کے ساتھ ملا ہوا ہوگا کہ جن روایہ کی روایت کو محدثین نے حسن قرار دیا ہے جیسا کہ محمد بن اسماعیل، عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ، ابی ان سے علیحدہ نہیں ہو گا مگر کہ کسی شخص کی حدیث کی تصحیح ذکر کی جائے۔ اور اسی طرف امام ذہبی گئے ہیں۔

انہوں نے (المعنی / ۱۸۴ ص) میں بیان فرمایا۔

صدوق حسن الحدیث کہ سمعنا اور حسن الحدیث ہے۔

اور امام ذہبی نے اپنی دو کتابوں (الکاشف : ۹۹/۲) اور (الدلیل :

۱۸۳) میں اس کے بارے میں صرف عبارات توثیق پر ہی اکتفا و

اختصار کیا ہے (اور عبارات جرح بیان ہی نہیں کیں جس سے معلوم ہوتا ہے

کہ امام ذہبی کے نزدیک اس کی تعدیل ہی راجح ہے مترجم)

اور اس راوی کو اپنی کتاب (من تکرر فیہ وہو موثق : ۱۳۱)

میں بیان کیا ہے۔

حافظ سخاوی نے (التحفة اللطيفة ۳۶۶/۲) میں فرمایا۔

کان صالحاً صالحاً کہ یہ عالم صالح بہتر و افضل

خیراً صالح الحدیث اور صالح الحدیث ہے

یہ اس سالہ میں امام ذہبی نے ان راویوں کا ذکر کیا ہے کہ جن پر جرح کی گئی

ہے مگر انکی توثیق راجح ہے جیسا کہ رسالہ کے نام سے ہی ظاہر ہو گا ہے مترجم غفرلہ

فصل

مگر ہم عبداللہ بن عمر العمری کو بالفرض محال ضعیف بھی تسلیم کر لیں۔
امام عثمان بن سعید نے کہا میں نے یحییٰ بن معین سے کہا کہ عبداللہ
العمری کا نافع سے کیا حال ہے؟ فرمایا یہ صالح اور ثقہ ہے
(الکامل: ۴۴۹/۱)

میں کہتا ہوں کہ یہ راوی بیل نافع سے ہی روایت کر رہا ہے۔
امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین کی طرف سے غرض کے ختم کرنے کے
لیے یہ نص قاطع ہے۔

تنبیہ

ابن عبدالہادی نے۔ العارم المتکلی میں عبداللہ بن عمر العمری کی روایت
کو ضعف پر محمول کو کے ضعیف قرار دیا ہے تعجب ہے کہ یہی راوی جب
”التنقیح“ میں لاتا ہے تو اس کو قوی قرار دیتا ہے اور اسے ضعیف
کہتے دلتے اور اس سے احکام میں احتیاج نہ کرنے والے کا رد کیا ہے
جب مخالفت عبداللہ بن عمر العمری کو ضعیف کہتا ہے تو اس کے
جواب میں ابن عبدالہادی (۱۳۲/۱) کہتا ہے اور عبداللہ بن عمر کی
روایت کے بارے میں۔ یحییٰ بن سعید نے اس کو فرمایا۔ کہ اس میں کوئی
حرج نہیں ہے۔ اور اس سے ان کی مراد اس کی توثیق ہے۔

پھر دوسرا تعجب یہ ہے کہ جب یہ علم ہو گیا کہ یحییٰ بن معین کی یہ
روایت عبداللہ بن عمر العمری کی توثیق کا قاعدہ دیتی ہے تو اسے ابن

عبدالباہی نے اعلام میں اشارتاً بھی اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ (رسالہ اللہ العاقبۃ)

الغرض مذکورہ تفصیلی سے واضح وثابِت ہو گیا۔

میں نہرِ قہری وجہت یقیناً حسن ہے اور یہی قرآنِ عظیم

لہ شفاعتی کا تقاضہ ہے

اور جہاں تک مشکبہ اور غدی غلغلی کا معاملہ ہے تو وہ نہ ہمارا مخاطب ہے

اور نہ ہی اس سے کام مقصود ہے۔

دوسری حدیث

ومن زارنی فی مہاتی کان جس نے ہمارے وصال کے

خمن تراوی فی حیاتی بعد ہماری زیارت کی گویا کہیں

ومن تراوی حق یتھمی الی نے ہماری ظاہر و مہاتی میں زیارت

قہری عنت لہ شہید کی اور جو میری زیارت کیلئے میرے

یوم القیامۃ " روزِ تک پہنچائیں قیامت

کے دن اسکی شفاعت کرے گا۔

اس کو حقیقی نے (الذخار، ۱/۴۵۷) میں اس سند سے مرفوعاً

کیا ہے۔

حد ثنا سعید بن محمد الحضرمی ثنا فضالہ بن سعید بن زبیل

اللمی حد ثنا محمد بن یحییٰ الباری عن ابن جبریح عن عطاء بن

ابن عباس یہ مرفوعاً۔

امام نقلی الدین بسبکی نے (الشفاء السقام ۲۸۱) میں اپنی سند کے ساتھ ابن مساکرہ کے طریق سے عقیل کی مذکورہ سند کیا قدر روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

من رآنی فی المنام کان
کمن رآنی فی حیاتی !
میں نے مجھے خواب میں دیکھا
گو یا کس نے مجھے ظاہری
حیات میں دیکھا۔

صحیح الفاظ وہی ہیں جو کہ عقیل نے نقل کیے ہیں۔ ہاں ابن مساکرہ کی روایت بھی صحیح ہے اور لفظ زیارت دونوں میں ہوا موجود ہے۔ اس حدیث میں فضالہ بن سعید بن زمیل اور اس کے شیخ محمد بن یحییٰ بن قیس المازنی کی وجہ سے علت بیان کی گئی ہے؛ جہاں تک فضالہ بن زمیل المازنی ہے اس کے بارے میں عقیل نے (الشفاء ۳۷۵) میں کہا کہ اس کی حدیث غیر محفوظ ہے اور یہ حدیث اس کے سوا سے معروف نہیں ہے۔ حدیث بیان کرنے کے بعد کہا کہ محل بحث اس کی استناد ہیں۔

یہ حدیث ایک آدم سند سے مروی ہے اور اس میں بھی کمزوری ہے۔

عقیل کا کلام ان امور پر دلالت کرتا ہے۔

۱۔ یہ کہ فضالہ بن سعید المازنی کی حدیث غیر محفوظ ہے

۲۔ یہ محفوظ ہے۔

۳۔ اس سند میں کمزوری ہے۔

تیسرے امر کا خلاصہ یہ ہے کہ عقیل کی نظر میں اس سند میں کمزوری

ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عین کا درجہ ضعیف سے بہت ہی کم ہے۔
حافظ ذہبی پر تعجب ہے کہ انہوں نے فضال بن سعید بن زریل المازنی
کے ترجمہ میں یہ حدیث ذکر کی پھر (۳/۹۴۳) میں کہا میرا جھجکا پر موضوع
ہے۔

سنہ اور متن میں کوئی چیز ایسی نہیں جو ذہبی کے دعوے کی مدد کر
سکے۔ یہ ایسا دعویٰ ہے کہ جس پر دلیل نہیں ہے اور نہ ہی ذہبی نے
اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش کی بلکہ عقلی کامیابیوں کا کلام ذہبی سے زیادہ
مضبوط اور قوی ہے!

فصل

اور محمد بن یحییٰ بن قیس المازنی کو دارقطنی (سجلات امیر قانی: ۳۶۱)
نے ثقہ کہا، ابن حبان نے (۵/۹۰۱) اور ابن ابی حاتم نے ابن سے عجا
محمد بن کا روایت کرتا (المخرج والتعديلی: ۱۲۳/۸) بیان کیا اور اس میں
جرح اور تعدیل ذکر نہیں کی۔ اور ابن حزم! نے کہا: مجہول ہے!
پس اس میں دارقطنی اور ابن حبان کی توثیق قبول کی جائے گی۔
کیونکہ یہ قواعد حدیث کے مطابق ہے کیونکہ عالم، جاہل کے خلاف
ہوتا ہے۔

اعترض و جواب

اور اگر کہا جائے کہ اس بارے میں ابن عدی سے (الکامل: ۲۲۹/۱)
میں کہا کہ اس کی احادیث، مظاہرہ اور منکرہ ہیں۔

میں لکھتا ہوں کہ یہ ابن عدی کی طرف سے سرا سر زیادتی ہے۔
اس نے اس کے ترجمہ میں دو حدیثیں ذکر کیں۔

پہلی :- شہروں کی - ح و ذم میں ہے پس اس کو اس سے مدایت
کرنے والے پر حمل کیا جائے گا۔ اور وہ خطاب بن عمر الجہدان ہے۔

دوسری نے اس کے ترجمہ میں (المیزان) میں کہا کہ یہ مجہول ہے
اور اس کی حدیث شہروں کے بارے میں تھوڑی ہے !

اور حقیقی نے صریح بات کی کہ یہ موضوع حدیث اس نے خطاب
بن عمر الجہدانی کے ترجمہ میں ذکر کی (۲۵۶)

اور دوسری حدیث جس کو ابن عدی نے محمد بن یحییٰ المارزی کے ترجمہ
میں ذکر کیا وہ حدیث اسے تقطاع ہے جس کی اصحاب سنن وغیرہم نے
تخریج کی ہے۔

اس کی تصریح ابن حبان (۲۵۱/۱۰) نے کی ہے تو بات کرنا آسان ہے
مگر ایسا شخص اس کا مستحق نہیں ہے کہ اس میں کہا جائے کہ اس کی احادیث
مطلکہ اور منکحہ ہیں۔ کیا بنے گا ان کثیر احادیث کا جو اس وصف
کی مستحق ہیں ؟

امام دہبی نے (الکاشف ۲/۹۵) میں اسکی توثیق کی ہے !
پس یہ بات تقاضہ کرتی ہے کہ جو کچھ محمد بن یحییٰ المارزی کے ترجمہ
میں (المیزان ۲/۹۲) میں بیان کیا ہے اس میں تردد ہے۔

اور خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن یحییٰ المارزی میں اسکے بارے میں جو کچھ
کہا گیا ہے اس کا خلاصہ وہ ہے جسے ابن حجر نے (التقریب ۵۱۳) میں
بیان کیا۔ کہ یہ لیث الحدیث ہے اور ترمذی — ایسے راوی کو (جس میں)

مذکورہ بالا کلام (ہا) حسن کہتے ہیں !

اہم نوٹ

ابن عبد العادی کی محمد بن یحییٰ النادر کے بارے میں رائے غلط ہے بلکہ یہ تشدد اور انصاف سے بہت دور ہے اس نے بیان کیا کہ یہ شخص متکلم فیہ ہے اور پھر اس پر جرح اور اس کی تضعیف کو ترجیح دی اور اس پر ابن عدی کا کلام ذکر کیا اور تائید میں شہروں کی مدح و ذم میں مروی حدیث پیش کی حالانکہ یہ گزر چکا کہ اس حدیث کا بوجہ خطاب بن عمر البہدائی مجہول ہے ہے پھر اس پر رکا اور وار قطنی کی توثیق کی صراحت ذکر نہیں کی جو کہ اس نے (سوالات جوتی ص ۶۴) میں کی ہے بلکہ اس نے زیادتی کرتے ہوئے موضوع حدیث بھی ساتھ ذکر کر دی (اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور حفاظت کا سوال کرتے رہنا چاہیے) اور بعض کے گمان کہنے مطابق اس حدیث میں تعمیری غلط ہے جس پر ابھی کلام باقی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس میں ابن جریر کا یعنی عبد الملک بن عبد العزیز بن جریر کی حدیث ہے اور اس نے سماع کی تصریح نہیں کی۔ اس کا جواب: یہ ہے کہ ابن جریر نے یہ روایت عطا سے کی ہے اور اس کی عطا سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے چاہے وہ سماع کی صراحت کہے یا نہ کہے کیونکہ ابن جریر نے کہا: جب میں کہوں کہ عطا نے کہا تو میں نے اس سے یہ سنا جو اس ہے اگرچہ میں "سمعت" نہ کہوں۔ (تہذیب التہذیب ۱/ ۶۰۹ ص ۶۰۹)

حاصل کلام یہ کہ جو کچھ گزرا اس سے معلوم ہوا کہ اس سند کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے اس میں ایک راوی مجہول

ہے اور وہ اس حدیث میں متروک ہے اور دوسرا راوی مختلف فیہ ہے وار قطنی نے اس کو ثقہ کہا اور ابن حبان نے اس کی روایت کو صحیح کہا اور اس کو ثقہ کہا ہے اور اس راوی سے اصحاب السنن امام نسائی ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کی ہے اور عاقظ (ابن حجر) نے اس کے بارے فرمایا کہ یہ: الین الحدیث ہے اور ذہبی نے کہا اس کی توثیق کی گئی ہے۔

پس جب بات ایسی ہی ہے تو یہ سند صرف فضالہ بن سعید بن زریل المازنی کے سبب ضعیف ہوگی۔ تو اس کا کسی دوسری روایت کے ساتھ قوت حاصل کرنا ممکن ہے بلکہ ممکن ہے کہ یہ محدثین کی جماعت کی روایت کے مطابق حسن کے مشابہ ہو۔

یہ تنہا روایت فیصلہ دے رہی ہے کہ ان کی بات احادیث زیارت تمام کی تمام ضعیف بلکہ موضوع ہیں لغو و فضول ہے۔
 یہ کیسے ہو سکتا ہے مگر ذکرہ روایت کے لئے اس مسئلہ زیارت میں قوی و مضبوط ترین دیگر تفاسیر بھی موجود ہیں (بہم اندہ تعالیٰ سے شغف اور رضا میں انصاف پر قائم کرنے کی التجا کرتے ہیں۔

تیسری حدیث

من زارنی بالمذنبۃ	جس نے ثواب کی نیت سے
محتسباً احسنت لہ شفیفاً	حضور میں میری زیارت کی قیامت
وشہیداً یوم القیامۃ۔	کے دن میں اس کا شفیق اور گواہ
	ہوں گا۔

اس کو امام بیہقی نے (شعب الایمان ۳/ ۴۰۰م)
 حمزہ بن یوسف نسہی نے (تاریخ حرملان ۴۰۰م)
 امام تقی الدین السبکی نے (شہادہ المقام ۳۵)
 ابن ابی الدنیا نے (کتاب القبر) میں ذکر کیا ہے۔

تمام نے اسے - محمد بن اسماعیل بن ابی قلیب عن سلیمان بن یزید کلبی عن ابی
 العثنی عن انس بن مالک کی سند سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 جس نے میرے ثواب میں میری زیادت کی میں قیامت کے دن اس
 کی شفاعت کروں گا اور گواہ ہوں گا - میں کہتا ہوں کہ محمد بن اسماعیل بن ابی حنیفہ
 ثقہ ہے اور اس سے محدثین کی ایک جماعت نے روایت لی ہے - لیکن ابوالعثنی
 سلیمان بن یزید کلبی کے بارے میں ابومعمر نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے اور
 قوی نہیں ہے درقطنی نے اس کی تصدیق کی اور ابن حبان نے المجہولین میں کہا - کہ
 یہ روایات میں ثقات کی مخالفت کرتا ہے اس سے احتجاج درست
 نہیں اور سوانہ نے اخبار کے خور پر اس سے روایت لینا جائز نہیں ہے -
 لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کو کتاب الثقات ۱/ ۳۹۵ میں ذکر کیا اور
 امام ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے - تو یہ چیز نقاضہ کرتی ہے کہ یہ امام
 ترمذی کے نزدیک صدوق الحدیث ہے - یہ کیونکہ حافظ ابن حجر نے (معجم
 المنفقتہ ۱۵۳) میں فرمایا -

امام ترمذی کا قول : حسن غریب ، نقاضہ کرتا ہے کہ راوی اس کے
 نزدیک ، صدوق معروف ہے ، الخ
 امام حاکم نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے (۲۲۱-۲۲۲) تو یہ راوی
 امام حاکم کے نزدیک ثقہ ہوگا۔

کی صحیح ہوتی۔ لیکن اس حدیث کو پہلی حدیث کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس حدیث کی قوت میں غائدہ ہو گا۔ اور اگر ناسخ و کسب کے مشابہہ قرار دیا جائے تو صحیح ہے۔ اور اگر فقہانے کتنی ہی اس سے کم کر یا اسی طرح کی احادیث سے احکام میں احتیاج کیا ہے :

بکہ یہ اکیلی ہی زیارت کی مشروعیت کو ثابت کرتی ہے اور ابن عبد البر نے حضرت انس سے اس کا وہ صراطی بیان ہی نہیں کیا۔ گویا کہ وہ اس سے واقف ہی نہیں ہوا اسی لئے اس کا کلام صرف پہلی سند کے ساتھ ہی فقہوں سے اور ابن عبد البر ہی اس پر واقع ہوتا تو ضرور بر ضرور مبہم راوی پر ہوتا جیسا کہ اس کا طریقہ ہے۔ اگر لکھ دو تو کہتا ہے اس مسئلہ زیارت میں کوئی حدیث صحیح ہے ہی نہیں۔

چوتھی حدیث

من أتى المدينة ذاهباً
فی وجبت له شفاعتی
لیوم القیامۃ، ومن مات
فی احدی الحضرین بعث
آمننا۔
جو شخص مدینہ طریقت میری زیارت
کے لیے آیا قیامت کے دن اس
پر میری شفاعت واجب ہو گئی
اور جو دونوں حرموں میں سے کسی
ایک میں فوت ہوا وہ قیامت میں کی
حالت میں آٹھایا جائے گا۔

اس کو یحییٰ بن الحسن بن جعفر نے، اخبار المدینہ، میں روایت کیا۔ جیسا کہ دشتی

المقام ۱۰، ۱۱ میں ہے۔ سند یہ ہے۔

شہداء محمد بن یعقوب، بسند مذکور حضرت بکر بن عبد

ثناء عبد اللہ بن وحید نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 عن رجل عن بکر بن سے روایت کی ہے کہ جو شخص
 عبد اللہ بن النبی صلی اللہ وہ شریف میری زیارت کچھ آقا جنت
 علیہ وسلم قال: من أتى کے ہیں اس پر میری شفاعت واجب
 المدينة لأشرفی وجهی ہوگی اور حد مرعی شریفیں میں سے
 له شفاعتی يوم القيامة کسی ایک حرم میں فوت ہوا قیامت
 ومن مات فی أحد الحرمين میں اس کی حالت میں اٹھایا جائے
 بعثت أمنا گا۔!

محمد بن یعقوب وہ ابو عمرو الاسدی القسیری المدنی ہے اس کے بارے ابو
 حاتم اور امام نسائی نے فرمایا اس میں کوئی مرسل نہیں
 ابن سہان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا اور کہا۔ مستقیم الخوین
 ہے (التہذیب: ۱/۵۳۳)

حافظ نے فرمایا، صدوق ہے (التقریب: ۵۱۳)
 اور علما شافعی و حنبلی۔ ثقہ حافظ اور فقیہ ہے۔

اور بکر بن عبد اللہ میرے خیال میں وہ المزنی البصری ہے اور وہ
 جلیل القدر۔ ثقہ ثبت تابعی بیسا کہ (التقریب: ۱۲۷) میں ہے اور اگر
 وہی ہے تو حدیث مرسل ہوگی اور اگر مبہم راوی نہ ہو تو یہ صحیح الیٰ سناد ہے
 اور کسبہ سکھروی نے (وقفا، اوقاف، ۴/۸۷۸) میں کہا کہ حذالی ہے کہ یہ بکر بن
 عبد اللہ المزنی المذکور ہو یا وہ بکر بن عبد اللہ بن الربیع الانصاری النعمانی ہے
 جس کا ترجمہ (الاصابہ: ۱/۶۲) میں ہے:

اور (الاعادہ المکمل: ۳۴۳) میں بکیر یا تصغیر بن عبد اللہ واقع ہے جو

کہ ناسخ (کاتب) کی غلطی ہے۔ اور اگر غلطی نہیں تو پھر یہ بعید ہے کہ کچھ عہدہ اللہ
 بن و سہب اپنی جامع میں کبیر بن عہدہ اللہ اللہ بن المدنی ثم المعری جو کہ تبع تابعین
 ہے ہے ایک واسطہ کے ساتھ روایت کرتا ہے۔ اور اجماع وہی ہے جو کہ
 پیچھے بیان ہوا کہ یہ کبیر بن عہدہ اللہ (المرزنی ہے)۔ (عہدہ اللہ)

اور ان تینوں احتمالات کے ہوتے ہوئے یہ حدیث صرف ضعیف الحدیث
 ہوگی۔

ابو بن عبد اللہ بنی (العام و موم) میں تمام قواعد حدیث کو قویٰ
 کہتے کہا یہ حدیث باطل ہے اور اس کی اصل نہیں یہ مفضل روایت ہے
 ایسی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا یہ مراسیل میں سے ضعیف تراویح سب سے
 کمزور متعلق ہے!

میں کہتا ہوں کہ یہ شخص حدیث سے بڑھ گیا اور تشدد اور طعن تشنیع پر جزا پاتا ہے
 پس اس حدیث میں سوائے مبہم راوی کے اور کوئی علت نہیں ملا کہ اپنے
 عبد اللہ بنی کے امام امام احمد بن حنبل وغیرہ جو کہ آثار فقہ و حدیث میں سے
 ہیں وہ مرسل کے ساتھ احتجاج کرتے اور اس کو قبول کرتے ہیں۔

ابن عبد اللہ بنی نے اپنی بات پر کوئی دلیل پیش نہیں کی کیونکہ قواعد حدیث
 اس کی موافقت ہی نہیں کرتے۔ اور الباقی کا وہ قول سوائے تعصب کے کچھ
 نہیں جو اس نے شیخ محمد سعید رمضان البعلی کے رد میں کیا ہے (ص ۱۰۹) کہ
 یہ حدیث باطل ہے جیسا کہ ابن عبد اللہ بنی نے کہا ہے۔

ایسی تقلید مذموم ہوا کرتی ہے اس پر اعتراض کیوں نہیں کیا جاتا
 یا تقلید کرنے والے پر فتویٰ کیوں نہیں طائد ہوتا۔ اور تصحیح کرنے والا پانچواں
 کہ ایسی حدیث پر محدثین اس سے زیادہ حکم نہیں دیتے کہ یہ مرسل ضعیف

الاستاد ہے اور اس کی مثل روایت دوسری روایت کی متابعت تھے چاہاتی ہے۔ (نَسَّالَ اللہ تعالیٰ السلامۃ والنعون)

پانچویں حدیث

مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي میں نے میرےصال کے بعد میری
فَكَانَ لِي زَارًا فِي حَيَاتِي زیارت کی گویا کہ اس نے میری
وَمَنْ مَاتَ بِأَحَدِ الْعَرَبَيْنِ ظاہر و باطن میں میری زیارت کی اور
بُعِثَ مِنْ آلِ وَنِيْلَيْنِ يَوْمَ جو جرمی شریفین میں سے کسی جرم میں
الْقِيَامَةِ قوت ہوا قیامت کے دن اسکو انہیں
میں سے اٹھایا جائیگا۔

امام دارقطنی نے (سنن : ۲/۶۷۸) میں اس سند سے یہ حدیث بیان کی۔

حدثنا البرعبي والقاسمي البرعبي الله وابن مخلد قالوا
أنا محمد بن الوليد الميوسي، وأبو كعب، أنا خالد بن أبي
خالد والبرعبي عن الشعبي والاسود بن مسهر
عن هارون أبي قزعة عن من آل حاطب عن حاطب
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم - (المحدث)

اس کو اس سند سے پہنچی ہے (ضعیف الزیادہ ۳/۸۸۸م)
 اور غامی اور الساجی نے روایت کیا جیسا کہ میزان میں ہے !
 اور امام ابن عبد البر نے استدکار میں مطلق کے طور پر بیان کیا ہے۔
 امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہوئے کہا !

میمون بن سوار العبیدی عن ہارون بن قزعة
 دجل من ولد حاطب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم (من مات فی احد الحرمین)

اللہ کی مدد سے عرض کرتا ہوں

خالد بن ابی خالد وہ خالد بن طہان ہے وہ امام شعبی کے طبقہ سے روایت
 کرتا ہے اور وہ بھی ان کی طرح کوئی ہے ! اور اس سے وکیع روایت کرتا ہے
 اور وہ خالد بن ابی قلعدہ نہیں جیسا کہ ابن عبد البر نے (الصارم مشکلی ص ۱۵۱)
 میں دعویٰ کیا ہے !

خالد بن طہان صدوق ہے اور مختلط ہو گیا تھا لیکن اس کا تابع ابن
 عون ہے اور اس کو ابو عون بھی کیا جاتا ہے۔ ان دن وہ عبد اللہ بن عون
 شہری ہے اور اس کی کنیت ابو عون ہے اور وہ ثقہ اور ثبوت ہے۔ پس
 یہ سند عامر بن شراجل الضحیٰ تک صحیح ہے بلکہ ہارون بن ابی قزعة تک
 صحیح ہے کیونکہ شعبی ایسے حافظ ثقہ ہے جن کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا
 ابن عبد البر نے بہت ہی عجیب و غریب بات کی بلکہ بہت قسرو سے :

کام لینے ہوئے کہا :

ابو جواس سند میں وکیع بن خالد بن ابی خالد اور ابو حزن میں اشعث بن حنیس کے واسطے کے بغیر سند میں زیادہ تو یہ مفکر اور غیر محفوظ ہے پس اس سند میں حنیس کا ادخال صحیح نہیں ہے۔ پھر کہا اور حاصل کلام یہ کہ اس سند میں اس اندھی تجارت کا ذکر اس کی صحت میں اضافہ نہیں کرتا بلکہ اس کے ضعف اور اضطراب میں اضافہ کرے گا (اصادم النکاح) میں کہتا ہوں کہ یہ اضافہ ثقات سے مسلسل طور پر ثابت ہے مباد کہ گزرا اس کو وکیع بن الخیر اور خالد بن طہان نے ذکر کیا ہے اور اس کا متابیع عبداللہ بن عون البصری ہے پھر عامر اشعثی ثقات میں سے ہے پس ان کے حلال کی طرف نظر نہیں کرنی چاہیے سوائے ابن طہان کے اور وہ صدوق ہے اور اس کا متابیع بھی ہے (نسأل اللہ تعالیٰ الانصاف فی الرضا والغضب)

جب یہ بات واضح ہو گئی تو اب اس سند کا انحصار ہارون بن ابی قزحہ اور اس کے مبہم پیشچہم ہے ! رابا ہارون بن ابی قزحہ تو اس کے باپ سے کہا گیا ہے ہارون ابو قزحہ یا ابن قزحہ اور یہ نقصان دہ نہیں ہے۔ حافظ نے (النفک علی ابن الصلاح ۲/۴۵۷) میں کیا۔

اور راویوں میں کسی راوی کے نام میں اختلاف اس میں موثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر وہ ثقہ ہے تو یہ اختلاف اس کو نقصان نہیں دیگا۔ اور اگر وہ غیر ثقہ ہے تو اس کی حدیث اس کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہوگی نہ کہ اس سبب سے کہ اس کے نام میں ثقات کا اختلاف ہے ! (مستامل ذلک) پس یہاں راوی ہارون بن ابی قزحہ کو یعقوب بن شیبہ نے ضعیف کہا اور حقیقی راوی نے نام لکھ کر (مشکوٰۃ مقام منہ) میں ام حنیس کے واسطے کو ہی ترجیح دی ہے اور کہا صحیح ہے

اور ابن ابی ہریرہ نے اس کو منقطع میں ذکر کیا ہے۔ لیکن ابن حبان نے اسکو (المختار) میں ذکر کیا۔

اور اس سے عامر بن شعبہ نے روایت کی پس ہارون بن ابی قزحہ اس کے نزدیک ثقہ ہے !

یحییٰ بن یحییٰ نے شعبہ کے ہارے کہا۔ جب وہ کسی سے نام لے کر روایت کریں تو وہ ثقہ ہوگا اور اس سے احتجاج کو مانتے گا۔

(التہذیب : ۵/۶۶)

پس امام شعبہ کا ہارون سے روایت کرنا اس کی توثیق پر دل ہے جیسا کہ ابن معین نے کہا کیونکہ ابو حمزہ نے اس کا نام لیا ہے۔ لیکن یہ توثیق صراحت کے مقابلہ میں کم تر ہے پس : درستی ضعیفی اور اجمالی توثیق ہوگی۔ لیکن ابن حبان کی توثیق اور شعبہ کی روایت ہارون ابن ابی قزحہ کی ثقاہت

کے لیے کافی ہے پس وہ شخص ابن ابی ہریرہ سے ہے کہ جن کی حدیث کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کی حدیث شراہ کے لیے پیش کی جاسکتی ہے !

پس اب اس مسئلہ میں ایک ہی علت باقی رہ جاتی ہے کہ ہارون ابن ابی قزحہ کا شیخ مبہم ہے پس حدیث میں ضعف احتمالہ یہ نہیں ہے بلکہ معمولی ضعف ہے اور فقہا کرام اس کی مثل احادیث سے کسی بھی معاملہ کی مشروعیات کے اثبات پر احتجاج کرتے ہیں اور اس کے علاوہ کتب فقہ ہمارے اس قول کی تصدیق کرتی ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ حالانکہ زیارت کی احادیث کے بعض طرقی شرط حسن پر ہیں۔ اب اس کے بعد ان (مکرمین) کا قول کہ عاویہ زیارت ضعیف بلکہ موقوف ہے۔ گو دیکھو تو اسے دیوار پر دسے مارو کیونکہ یہ اصول حدیث کے مخالفت قول ہے !

تین ائمہ حدیث کا صحت حدیث پر اتفاق

حافظ ذہبی نے فرمایا۔

احادیث زیادہ میں سے سب سے زیادہ سند کے لحاظ سے بہتر حدیث

حدیث عاقل ہے۔

اور امام شافعی نے (المقاصد الحسنۃ ص ۱۱۱) میں اور امام سیوطی نے (الدر

المستشرعہ : ۱۳۱) میں اس کو قائم و مقرّر رکھا۔ پس یہ تین حافظہ حدیث کا تین کے غلط قول کے خلاف متفق ہیں۔

ابن تیمیہ کا رد

یہ عجیب بات یہ گئی ہے کہ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو سراپا جھوٹ ہونے

(موضوع) کا حکم لگایا ہے!

اس نے اپنی کتاب (التوسل والوسیئۃ ص ۱۱) میں کہا۔

یہ واضح جھوٹ ہے اور مسلمانوں کے دین کے خلاف ہے۔ پس

جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان کی حالت میں زیارت

کی پس وہ آپ کے صحابہ میں بالخصوص اگر وہ مہاجرین میں سے ہیں اور

پھر آپ کے ساتھ کافروں سے جہاد بھی کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میرے صحابہ کو جڑا نہ کھو مجھے اسی ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں

میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی اصرہ پاؤ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ

میرے صحابی کی ایک منہ خور خرچ کرنے کے برابر نہیں پہنچ سکتا (اس کو

بخاری و مسلم میں روایت کیا گیا ہے)

صحابہ کے بعد کوئی ایک شخص بھی ان کے مثل نہیں ہو سکتا مگر اعمال میں جیسا کہ حج، جہاد، پانچوں نمازیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حدود شریعت پڑھنے میں تو ایسے عمل کے ذریعے ان کے برابر کیے جاسکتے ہیں جو بالتحاق واجب نہیں ہے۔

۱۔ اولہائی سنہ اس کی تقلید کرتے ہوئے اس حدیث پر اہل ان کا حکم دیا ہے حالانکہ دونوں نقلی ہیں اس اشکال کا جواب آسان ہے۔

۱۔ یہ صرف ایک تشبیہ ہے اور تشبیہ میں دونوں طرف مساوات ضروری نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات ایک دوسرے سے افضل ہوتا ہے۔ یہ قاضی کا افضل کے ساتھ الحاق کے باب سے ہے جیسے کہ کہا جائے الرجل کذا شافعی، رمل، شافعی کی طرح ہے، ابو یوسف ابو حنیفہ کی طرح اور زید پانڈ کی طرح اور دوسرے جامع انصاری کی طرح ہے۔

۲۔ دونوں طرف تشبیہ کا جمع ہونے کا سبب حیات ہے۔ پس جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی زیارت کی وہ ان کی طرح ہے جس طرح آپ کی حیات میں زیارت کی یہ باعتبار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات خیریت قبر کے اندر ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں۔

اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر پر تو حواثر اعدادیث مروی ہیں۔ اور ان کو کچھ محدثین نے علحدہ اکٹھا کر دیا ہے۔ ان میں سے امام بیہقی اور امام سیوطی ہیں اور حافظ احمد بن العبدی، الخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا اضافہ کیا ہے۔

جسے (امروا حکم النیین علی کتاب القول النیین) کے خانہ میں نقل کر دیا گیا

ہے جو کہ ہمارے شیخ علامہ محقق سیدی عبداللہ العدینی رحمۃ اللہ علیہ کی تعینت ہے۔

ابن تیمیہ نے جو اتفاق نقل کیا ہے یہ عمل نظر ہے۔ کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت علمائے اسلام کی اکثریت کے نزدیک واجب ہے اور یہ قول قاسمیریہ (غیر مقلدین) کا ہے اور اسی پر مالکیہ کی کثرت ہے اور احناف کا بھی یہی قول ہے۔

پچھٹی حدیث

(مَنْ ذَاكَ الْغَبْرِيُّ أَذْكَانَ جس نے میری قبر کی زیارت کی
مَنْ ذَاكَ فِي حُكْمٍ كَذَا یا قبر! جس نے میری زیارت
شَفِيعًا أَذْ شَهِيدًا أَوْ مَنْ کی میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا یا
مَاتَ فِي أَحَدٍ الْحَرَمَيْنِ جو دونوں حرم میں سے کسی ایک
بَعَثَهُ اللَّهُ مِنْ الْأَيَّامِ حرم میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کو
يَوْمَ الْقِيَامَةِ) قیامت کے دن اس دنوں میں سے
اخلائے گا۔

اس کو ابو داؤد طیالسی نے مشعۃ المصابہ (۲۲۸/۱) میں

بیہقی نے (السنن الکبریٰ ، ۲۳۵/۵)

(شعب الایمان ۴۸۸/۳) میں اسی سند سے روایت کیا

حدثنا سواد بن میمون البجلي عن الجراح العبدی، قال: حدثني رجل من آل عمر بن حصير قال: سمعت رسول الله صلى الله

علیہ وسلم قال

اور امام بیہقی نے (شعب الایمان ۳/۲۹۹) میں اس سعد سے بیان فرمایا۔

شعبہ ابن السجاج عن عمار بن میمون، قاضی ہارون بن قزعة عن رجل عن آل الخطاب عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال :
عقیل نے کہا۔

یہ روایت کمزور ہے۔ (۳/۱۵۰)

حدیث شعبہ اور ابو داؤد و طبرانی میں اختلاف ہے اور ان کا اختلاف دو باتوں کی طرف لوثا ہے۔

۱۔ شعبہ نے فرمایا عن سور بن میمون عن ہارون بن قزعة مکرر ابو داؤد نے ہارون بن قزعة کا ذکر نہیں کیا۔

۲۔ اختلاف اسے مرفوع بیان کرنے والے میں ہے

اور یہ اختلاف شعبہ اور ابو داؤد و طبرانی کی وجہ سے نہیں کیونکہ یہ دونوں ثقافت اور حفاظ حدیث میں سے ہیں خصوصاً امام شعبہ ہیں ان میں سے ایک کا وہم شمار کرتا جیسا کہ ابن عبد الباقی نے بیان کیا ہے محض نظر ہے۔

پس ابن عبد الباقی نے دو ہیبتوں سے ابو داؤد کا وہم شمار کیا

۱۔ ہارون بن قزعة کا اسقاط

۲۔ عمرہ کا ذکر کرنا

جیسا کہ ابن عبد الباقی نے (الاعلام النکلی : ۲۳۱) میں کہا

یہ ابن عبد الباقی سے بہت ہی عجیب ہے۔ کیونکہ ابو داؤد و طبرانی جیسا

اور ثقہ نام مصنف ہے وہ وہی حدیث بیان کرتا ہے جس کو وہ محفوظ رکھتا ہے) لہذا یہ وہم اس کی طرف سے نہیں جو سکتا اور صحیح یہ ہے کہ یہ وہم سوار بن میمون کی طرف سے ہے کیونکہ اس کا تذکرہ کتب رجال میں نہیں ملا پس یہ مناسب نہیں کہ سوار بن میمون کو چھوڑ کر وہم کی نسبت کی طرف کی جائے۔ یہ سوار بن میمون ہے یا میمون بن سوار جیسا کہ بعض غیر معروف روایات میں وارد ہوا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے یہ حدیث ضعیف اللمنا ہے۔

ساتویں حدیث

من حج فزار قبری بعد
موتی کان کمن شرافی
فی حیاتی۔
جس نے حج کیا اور میرے وصل
کے بعد میری قبر کی زیارت کی
وہ جیسے ہی ہے گویا کہ اس نے
میری طاہرہ حیات میں میری
زیارت کی۔

اس کو طبرانی نے (المعجم الکبیر: ۶/۱۲۷)

نام دارقطنی نے (السنن: ۲/۲۷۸)

بیہقی نے (السنن الکبریٰ: ۵/۲۲۶)

ابن عساکر (الکامل: ۲/۴۹۰)

الاصباحی (الترغیب والترہیب: ۱/۴۴۷)

الحاکمی (الطہارۃ، ۱/۴۷۴) نے۔

ذہبی نے اس کو امام بخاری کی طرف منسوب کیا کہ امام بخاری نے اس کو
ضعفہ میں تعریفاً بیان کیا۔ لیکن امام بخاری کی مطبوعہ کتاب میں اس کے ضمنی
پایا۔ (المیزان، ۱/۵۹۵)

اودبیہ (المطالب العالیہ، ۱/۳۷۶) میں ہے اور اس کو امام ابو یعلیٰ
کی طرف منسوب کیا گیا۔ ان تمام نے اس سند سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

حفص بن سلیمان الأسدی القاری عن لیث بن
ابی سلم عن مجاہد بن جابر عن ابن عمر عن روفی
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس سند میں دو راوی ضعیف ہیں پہلا دوسرے سے زیادہ ضعیف
ہے۔

پہلا۔ حفص بن سلیمان الکونی القاری۔

اس کو محدثین کی ایک جماعت نے ضعیف کہا۔ بعض نے کہا متروک
ہے۔ اور بعض نے اس کے پاس میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے کذب
کی طرف منسوب کیا ہے اور اس مبالغہ کا امام تقی الدین سبکی نے جواب

نہ اکابر۔ اس حدیث کو امام ابو سعید المغفل بن محمد بن ابی ہریرہ (محدث نے
ضعفای المیزان، ۱/۳۹) میں مذکورہ سند کے ساتھ بیان فرمایا ہے (مترجم غفرلہ)

وہا ہے اور میرے نزدیک یہ امرات اور زیادتی ہے؛ کیونکہ یہ آدمی قرآن کا امام ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث کے وضع کرنے اور جھوٹ جوڑنے پر اقدام کرے۔ حالانکہ لوگ اس سے قرأت حاصل کرنے میں متعلق ہیں؛ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ محدثین میں سے نہیں ہے؛ اس لیے اس کی روایات میں منکرات اور کثرت سے غلط چیزیں واقع ہو گئی ہیں۔ (شفاء السقام : ص ۲۵)

ان کے شاگرد ذہبی نے اس کے شیخ، عاصم بن ابی نبیہ و القاسمی کے ترجمہ میں کہا۔

ہر دور میں ہوتا ہے کوئی شخص ہو سکتا ہے کہ وہ ہر فن کا امام ہو اور کئی فنوں میں کمزور ہو جیسا کہ اس کا شاگرد حفص بن سلیمان کہ قرأت میں ثبت ہے لیکن حدیث میں کمزور ہے۔ یا جیسے امام احمدی کہ حدیث میں ثبت و ثقہ ہے اور حروف میں کمزور ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ۵/۲۶۰)

سبکی اور ذہبی کے کلام سے وہ مشکل حل کنی جو کہ بعض کی طرف سے حفص بن سلیمان کے حال میں واقع ہوئی تھی۔

اور دوسرا راوی۔ لیث بن ابی سلیم ہے وہ فی نفسہ صدوق ہے لیکن محقق ہے اور حدیث میں تمیز نہیں کر سکتا۔ پس اس کی مثل اگرچہ ضعیف ہو مگر متابعات و شواہد میں پیش کرنے کے قابل ہوتا ہے؛ پس لیث بن ابی سلیم سے اس میں حفص بن سلیمان منقول بھی نہیں بلکہ اس کے دو متابع موجود ہیں۔

۱۔ جس کو امام طبرانی نے (المعجم الکبیر : ۱۲/۴۹۹) اور (المعجم الاوسط : ۱۲/۴۹۹)

میں بیان کرتے ہوئے کہا۔

حدثنا احمد بن رشد بن ، قال : حدثنا علي بن الحسن بن هارون النعماني ، قال : حدثني الليث بن ابنه الليث بن أبي سليمة قال : حدثني عائشة ابنة يونس : سألت الليث عن أبي سليمة عن معاذ بن عبد الله عن ابن عمر بن مرفوعاً
ایسے ہی۔ الکبیر : میں واقع ہے۔

اور المعجم الاوسط الطبرانی کے مطبوعہ نسخہ میں لیث بن ابی سلیم کو ذکر نہیں کیا گیا۔

اور صحیح وہی ہے جو کہ الکبیر میں واقع ہے۔ اور امام طبرانی نے اوسط میں علی بن الحسن بن ہارون النعمانی کے اس میں تفریق طرقت ائمہ فرمایا ہے۔

امام بیہقی نے (مجمع الزوائد : ۴/۲۱۴) میں فرمایا کہ اس میں عائشہ بنت سعد ہے میں نے اس کا ترجمہ نہیں پایا۔

میں کہتا ہوں : بات ایسے ہی ہے اور اس کی مثل علی بن الحسن بن ہارون النعمانی واللیث بن ابنه الليث بن ابی سلیم کا ترجمہ بھی نہیں پایا جانے۔

اور طبرانی کا شیخ احمد بن رشد بن اس میں کام مشہور ہے ایسا ہے سخت ضعیف ہے۔

۲۔ اس کو ابو بکر محمد بن السری بن عثمان الخزاز نے اپنے حوزہ میں تصحیح کرتے ہوئے فرمایا۔

حدثنا شعيب بن شعيب بن العبد بن ، ثنا أبي و ثنا جعفر بن سليمان

الضعیف عن لیث عن ابن عمر مرفوعاً بیان کرتے ہیں جیسا کہ
 شفاء السقام (ص ۲۷)

ابوبکر محمد بن السری بن عثمان القاری کے سبب سے یہ سند ضعیف ہے
 اس کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں۔

یہ مناکیر اور بلیا روایت کرتا ہے۔ لیث لٹی ہے۔ اور امام حافظ بن
 حجر نے ذہبی کے اس کلام کو قائم رکھا (اللسان : ۱۷۴/۵)

اور اس میں ایک اور راوی ضعیف ہے اور وہ نصر بن شعیب ہے۔

ذہبی نے اس کے بارے (میزان : ۲۵۱/۲) میں فرمایا۔

نصر بن شعیب اپنے آپ سے روایت کرتا ہے اور وہ جعفر بن سلیمان
 کے ضعیف ہے۔

ابن ماکر نے فرمایا۔

یہ وہ ہے کیونکہ وہ حفص بن سلیمان ابو عمر الاسدی الفاضل القاری ہے

(شفاء السقام : ۲۷) بہر حال یہ حدیث ضعیف ہے !

آٹھویں حدیث

مَنْ حَبَّ حُجَّةَ الْإِسْلَامِ	جس شخص نے حج فرما کر
وَأَزَقَابُورِي وَغَزَا مَزْدَةَ	اور میری قبر کی زیارت کی اور
وَسَلَّى فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ	مجاہد کیا اور بیت المقدس میں
يَسْأَلُهُ اللَّهُ عَمَّا أَكْتُمْتُ	تو آپ ہی اللہ تعالیٰ اس سے
عَلَيْهِ	دوسرے فراموشی کے بارے میں

سوال نہ کرے گا۔

اسے امام ابو الفتح اللاتزی نے فوائد میں اس سند سے ذکر کیا۔

ثنا النعمان بن ہارون بن ابی الدہاجہ، ثنا ابو سہل بدس بن عبد اللہ المصی، ثنا الحسن بن عثمان الزیادہ، ثنا عماد بن محمد حدثنی خالی سفیان عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ ابن مسعود مرخصاً بہ۔

لیجے ہی شفاء السقام ص ۲۲ میں ہے لیکن اس میں ابن عمر سے علائکہ صحیح: ابن مسعود سے جیسا کہ (اللسان ۴/۲۴) اور (القول البدیع ۱۳۵) د (تنزیہ الشریعة ۲۱/۴۵) میں ہے۔

ابو الفتح صاحب الجزء، مشہور حافظ حدیث ہے کچھ لوگوں نے اس کی تصدیق کی ہے اور بعض نے اس کی روایت کے سبب مباہلہ سے کام لیتے ہوئے اس کو مستحکم کیا ہے خطیب بغدادی نے۔ (تاریخ ۲۰/۲۴۲) میں کہا۔

میں نے محمد بن جعفر بن عثمان سے ازی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ان کے حفظ کا ذکر کیا انہیں معرفت حدیث میں ماہر قرار دیا اور خوب تعریف کی۔

محمد سے بیان کیا عبد الغفار بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے اس نے کہا کہ میں نے ابی موسیٰ کو دیکھا وہ ابو الفتح اللاتزی کی بہت زیادہ کمزور گمانتے اور اسے کچھ بھی شمار نہ کرتے۔

ابو کہا۔ محمد سے بیان کیا محمد بن صدقہ الوصلی نے کہ ابو الفتح بغدادی کے امیر (یعنی ابن نوح) کے پاس گیا اور اس کے لیے یہ حدیث گھڑی۔

ابن جبرائیل کان یُنزل حضرت جبرائیل، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صحیحی صورت میں
فی صورتہ نازل ہوتے تھے۔

اُس نے اس کی عزت کی اور اس کو کثیر درجہ عطا کئے۔ ابن کثیر
نے (الہدایۃ ۱/۱۱۱ ص ۱۱۲) میں کہا۔ بہت سی حدیثیں حفاظ حدیث نے اسے
ضعیف کہا۔

انکے اپنے زمانے کے بہت سارے حفاظ حدیث نے اس کو
ضعیف کہا اور بعض نے اس کو وضع حدیث کے ساتھ متہم کیا ہے۔
اس نے ابن ابویہ کے لیے حدیث غزنی اور اسے باسند رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تک پہنچا یا کہ جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس امیر کی شکل میں
نازل ہوتے تھے اس امیر نے اس کو پسند کیا اور اس کو بہت ساری رقم
دی (انتہی) اور اس سند میں ابوسہیل بن عبد اللہ الحبشی ہے اس کے ہر
حافظ ذہبی نے کہا۔

اس نے حسن بن عثمان الزبای سے باطل خبر روایت کی اور اس
سے النعمان بن مارون نے (المیزان ۱/۱۳۰) کہا۔

حافظ ابن حجر نے اس کے ترجمہ میں (حسان : ۲/۲) میں کہا۔

اس مذکورہ حدیث کو حافظ ابو الفتح لا ذوی نے اپنے فوائد کے مجموعہ
باب میں ذکر کیا۔ (بہر حافظ نے اس کی پوری سند ذکر کی)

اس روایت کو علامہ سیوطی نے (ذیل الآئی) میں وارد کیا اور انہی کا اتباع
کرتے ہوئے ابن عساکر نے (الترغیۃ الشریعہ ۲/۱۰۵) میں ذکر کیا۔

حافظ سخاوی نے (القول البدیع ۱۳۵) میں کہا اس کے غرور میں نظر ہے۔

ترمیم یہ ہے کہ اس حدیث کو الازہری۔ پر غمool کیا ہائے نہ کہ المعصی پر
امام سبکی نے المعصی کے بارے میں (شفاء السقام : ۲۲ - ۲۵) میں کہا
میں اس کے حال کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہانتا۔

تو کیا یہ سیدہ معصی تک صحیح ہے کہ اس پر تہمت لگائی جائے۔
حاصل کلام یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور بعض نے اس پر وضع کا حکم
لگایا ہے اور اس کے متن میں نگارست ہے :

نویں حدیث

مَنْ نَحَى الْيَتِيمَ وَكَسَّرَ زُلْفَى جَسَّ نَسَبِ اللَّهِ كَالْحَيِّ كُفْرِي
فَقَدْ خَفَانِي : زیادت نہ کی اس نے میرے ساتھ
بے وفائی کی۔

اس کی تخریج ان محدثین نے کی ہے

ابن سوری نے (الکامل : ۷۰ / ۲۲۷)

ابن حبان (المجروحین : ۴۲ / ۲)

دارقطنی (مغازیب ملک جیہ کہ شفاء السقام : ۲۸) میں ہے۔

اور سبھی نے (تاریخ جبرحان : ۲۱۷) میں کہا اور تمام نے اس کی یہ سند

بیان کی۔

محمد بن محمد بن النعمان بن شبل قال : حدثني جدي قال : حدثنا ما بنك

عن نافع عن ابن عمر به مرهوناً

ابن جوزی نے : (الموضوآت : ۲۰ / ۲۱۸) میں اس پر موضوع ہونے

کا حکم لگایا۔

اور حفاظ کی ایک جماعت نے ابن جوزی کے ساتھ موافقت کی اور اس کے حکم کو بے قرار رکھا۔ یہ محمد بن محمد بن النعمان بن شبل پر دارقطنی نے طعن کیا اور اس کو متہم کیا۔ (المیزان: ۲۶/۴)

اور اس کے دادا۔ نعمان بن شبل کو موسیٰ بن اردن نے کہا اودہ متہم ہے (الکامل: ۲۳۸۰/۴)

اور ابن حبان نے (المجروحین ۳/۴) میں کہا۔

یہ ثقافت سے مصیبتیں اور اثبات سے مغلوب روایتیں بیان کرتا ہے؛

اور اگر کہا جائے کہ ابن عدی نے (الکامل: ۲۳۸۰/۴) یہ کہا۔

شنا صالح بن احمد بن ابی مقاتل، ثنا عمران بن موسیٰ الحدادی ثنا النعمان بن شبل اودہ ثقہ تھا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ توثیق یا تو صالح بن احمد یا عمران بن موسیٰ الحدادی کی ہے اور اگر ان دونوں سے پہلے کی توثیق سمجھی جائے تو وہ اس کا اہل نہیں ہے اور اگر ان دونوں میں سے دوسرا سرا دیا جائے تو اس سے روایت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ صالح بن احمد بن ابی مقاتل یہ قمری المزاک نام سے مشہور ہے۔ اس میں شدہ یہ صنف ہے حتیٰ کہ دارقطنی نے کہا یہ متروک۔ کذاب اور دجال ہے؛ اور ابن عدی نے کہا کہ یہ حدیث کا چھوڑ ہے ہر حال اس حدیث کا مدار بچائے اس کے دادا نعمان بن شبل

کے محمد بن محمد بن النعمان پر کرنا بہتر ہے دارقطنی نے اس کی صراحت کی ہے اور اس سے ابن جوزی نے (الموضوعات: ۲/۲۱۷) میں نقل کرتے ہوئے کہا ہے۔

اس حدیث میں طعن محمد بن محمد بن النعمان کی وجہ سے ہے۔ اور

نعمان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے (الکامل : ۷/۲۴۸۰) اس روایت کی سند بہت ساقط ہے شاید محمد بن النعمان نے یہ حدیث اپنے داماد سے چرائی اور اس کی اچھی نفیس سی سند بنائی۔ عن مالك عن قافع عن ابن عمر پس اس سند کے ساتھ اس کا اخراج کیا۔ ابو الحسن یحییٰ بن الحسن بن جعفر نے اخبار المدینہ میں جیسا کہ شفاء السقام : ۳۹) میں نعمان بن شبل ثنا محمد بن الفضل عن جابر عن محمد بن علی عن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

من نرا قبری بعد	جس نے میرے وصال کے
موتی نکاتما زاری	بعد میری قبر کی زیارت کی گویا
فی حیاتی ومن لم	کہ اس نے میری ظاہر و باطن
یزدنی فقد جفانی	میں زیارت کی اور جس نے میری
	زیارت نہ کی اس نے مجھ پر
	زیادتی کی -

میں کہتا ہوں کہ یہ ثابت ہے اور نعمان بن شبل پر کلام گزر چکا ہے اور محمد بن الفضل بن عطیہ العصبی الکوفی بہت سارے نقاد حدیث نے اس پر کذب کی تہمت لگائی اور جابر بن یزید الجعفی تو اس کا ضعیف معروف ہے۔

دوسری حدیث

من نرا قبری حلت له جس نے میرے روحہ اقدس

شفاعتی ۔
کی زبانت کی اس کے لیے میری
شفاعت حلال ہو گئی۔

اس کو ہزار نے اپنی (مسند (کشف الاستار، ۱/۵۷۲) میں اس سند کے
ساتھ بیان کیا۔

حدثنا قتيبة، ثنا عبد الله بن ابراهيم ثنا عبد الرحمن
بن زيد عن ابيه عن ابن عمر عن النبي
صلى الله عليه وسلم۔

ہزار نے کہا ۔ عبد اللہ بن ابراہیم کا اس حدیث پر متابع کوئی
نہیں لیکن اس کے متفقہ ہونے کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے
گی۔ اود عام ہشیشی نے (مجمع الزوائد، ۲/۲۰۲) میں کہا :
اس کو ہزار نے روایت کیا اور اس میں عبد اللہ بن ابراہیم
الغفاری ہے جو ضعیف ہے :

میں کہتا ہوں کہ عبد اللہ بن ابراہیم الغفاری سخت ضعیف ہے
اس کے بارے میں حافظ نے (التقریب : ۲۹۵) میں بیان کیا ۔
متروک ہے اور ابن حبان نے اس کو وضع کی طرف منسوب کیا ہے
اور اس کا شیخ عبد الرحمن بن زید بن اسلم بھی ضعیف ہے
ابن عدی اس کے بارے میں اچھی رائے رکھتا ہے جیسے
گزرا حاصل کلام یہ کہ ۔ یہ حدیث اس سند کے ساتھ سخت ضعیف ہے ۔

گیا رہو ہیں حدیث

مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي جس نے میرے وصال کے بعد
فَكَانَتْ جَزَاءً لِي كَأَنِّي میری قبر کی زیارت کی گویا کہ
حَيًّا اس نے میری زیارت کی کہ میں

ظاہر و حیاقی کے ساتھ زندہ ہوں

امام تقی الہ بن سبکی نے فرمایا کہ اس کو ابو الفتوح سعید بن محمد بن
اسماعیل الیعقوبی نے اپنے ایسے جڑ میں اس کو نقل کیا جس میں نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خصال اور آثار اور فضائل زیارت اور نثار
کے فضائل بیان کیے۔ شفاء المسقام (۳۴-۳۵)
یعقوبی نے اس کو اس سند سے بیان فرمایا۔

خالد بن یزید ثنا عبد اللہ بن عمر العمری قال
سمعت سعید المقبری يقول : سمعت أبا هريرة
رضي الله عنه يقول : .. مرفوعاً۔

اس سند میں خالد بن یزید ابو البشیم العمری المکی ہے ابو حاتم
اور یحییٰ بن معین نے اس کو کذاب کہا اور عقیلی وابن عدی اور ابن
حبان وغیرہم نے اس کو سخت ضعیف کہا۔

بارہویں حدیث

مَنْ زَارَنِي مَيِّتًا كُنَّا
 زَارَنِي حَيًّا، وَمَنْ زَارَ
 قَبْرِي، وَجِئْتُ لَهُ
 شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 وَمَنْ أَعَادَ مِنِّي أَمْعًى
 لَهُ سَعَةٌ تُكَفِّرُ
 يَسْرَافِي فَلَئِنْ لَهُ عَذَابٌ
 كَثِيرٌ
 جس میرے بعد ازصال میری زیارت
 کی گویا کہ اس نے میری ظاہر و تنگی
 میں میری زیارت کی اور جس نے
 میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے
 قیامت کے دن میری شفاعت
 واجب ہوگی۔ اور جو امیعت
 ہونے کے باوجود میری زیارت نہ
 کرے اس کیلئے کوئی عذر نہیں۔

اس کو ابن ابی ہریرہ نے (الدرة الثمينة فی فضائل المہدیۃ، ۲/۴۳) میں اس
 سعد کے ساتھ روایت کیا۔

محمد بن مقاتل بن حنفیہ بن ہارون بن سہیل بن المہدی عن ابی
 مرفوعاً بہ۔

حافظ ذہبی نے (میزان الاعتدال ۲/۲۴۴) کیا یہ سہیل سے
 مروی ہے: یہ ایک مکتوبہ نسخہ میں ہے میں نے اس کو دیکھا اللہ
 اس کے وضع کرنے والے کو بڑا دکرے۔

حافظ ابن حجر نے (اللسان ۳/۱۱۴) میں سہیل مذکور کے ترجمہ
 میں کہا۔

یہ محمد بن مقاتل الرازی اور وہ جعفر بن ہارون واسطی اور وہ سہیل
 سے روایت کرتا ہے اور اس نسخہ کا ذکر کیا اور اس نسخہ کا متن یہی ہو

احادیث پر مشتمل ہے جو موضوع میں۔ اس سند میں محمد بن عقیق ملائی ہے اس کے بارے میں امام ذہبی (میزان الاعتدال ۱/۴۴۴) میں فرماتے ہیں۔ اس میں کلام ہے مکرر توک نہیں۔

اور جعفر بن اردن الواسطی کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں یہ موضوع خیر لاتا ہے۔

اور سعد بن محمد عن انس کا نسخہ مشہور موضوع نسخوں میں سے ہے

تیسری حدیث

وَجَعَلَ اللَّهُ مَسْجِدَ دَاوُدَ فِي
وَبَنَاءِ عَمْرٍَا قَاتِلِمْ بَيْدِمْ
احمد اس پر رحم فرمائے جو میری
زیارت کو سے اور اپنی ناقہ کی چار
اچھٹا لٹھ میں پکڑے

یہ حدیث عوام نے وضع کی ہے اس کی کوئی سند نہیں اور حافظ ابن حجر نے مراجعت کی ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور ان کے شاگرد حافظ سخاوی نے "المقام الحسنہ" میں اس فیصلہ کو برقرار رکھا ہے!

چوتھی حدیث

مَسْجِدَ دَاوُدَ فِي وَ دَاوُدَ فِي بَرْهَمِمْ
فِي عَامِمْ وَ اَجِدْ وَ نَحْلِمْ
جس نے میری اندھیرے آپ
حضرت ابراہیم کی ایک ہی سال
مذہب کی توحہ جنت میں داخل
ہوگا۔

یہ حدیث موضوع ہے اس کی کوئی سند نہیں۔ اس کی مراجعت

امام نووی نے (المجموع ۸: ۲۰۹) اور ابن تیمیہ نے (اقتضاء العروة المستقیم ۲: ۴۰۷) میں کیا ہے۔
اس کا بیان زرکشی سیوطی اور ابن عراق و دیگر محدثین نے کیا ہے۔

پندریں حدیث

مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَّةٍ قَبْرِيٍّ جس نے قبر پر میری قبر کے قریب
سَبَّحْتَهُ وَ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ درود پڑھا میں اسے خود سنا ہوں
ثَابِتًا بِلِقَائِهِ اور جس نے دو سے پڑھا سبھے
يَسْتَجِابُ لِمَا تَسْأَلُ یہ سچا ہوتا ہے!

اس کو ابو الشیخ اور صیالی نے کتاب الخواب میں روایت کیا جیسا کہ التلک
المطہرہ ۱/ ۲۸۳ میں ہے۔

حدثنا عبد الرحمن بن أحمد الأعرج، حدثنا
الحسن بن الصلاح، حدثنا أبو معاوية عن الأعمش
عن أبي الصالح عن أبي هذيفة مرفوعاً۔

حافظ بخاری نے (القول البدیع، ۴: ۱۵۴) میں کہا۔

اس کی سند حمید ہے جیسا کہ بخاری سے شیخ ابن حجر نے افادہ فرمایا
انتقل۔ اور حنفیہ حکم رکھنے میں حق پر ہیں۔

اس حدیث کی سند کے رجال سوائے ابو الشیخ کے استاذ کے۔ اور
ابو عبد الرحمن بن حمد بن ابی یحییٰ الذہری ابو صالح الأعرج المتوفی ۳۳۸

ہے اور اس کا تذکرہ ابو الشیخ اصباحی نے (طبقات المحدثین باصبہان ۴/۱۱۳) میں کیا اور اس پر حیرت اور تعجب کا کوئی کلمہ ذکر نہیں کیا۔

اور اس سے ایک جماعت محدثین نے روایت لی ہے جن میں سے حافظ ابو الشیخ ابن حبان الاصبہانی بھی ہے۔

زیادہ سے زیادہ اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مستور ہے لہذا یہ ابن حبان کی شرط پر ہے لیکن میں نے ان کا تذکرہ انکی کتاب اشقات میں نہیں پایا۔

اور اس طرح کے راوی کی روایت مجہول محدثین قبول کرتے ہیں جب تک کہ اس کے مخالف کوئی نہ ہو جیسا کہ امام ذہبی نے مالک بن النخیر النیابی کے ترجمہ میں اس بات کی صراحت کی ہے۔ انہوں نے زیادہ بن مالک کے ترجمہ میں فرمایا۔

شیخ مستور ما وثق وضعف
یہ شیخ مستور ہے اور اس کی توثیق
فہو جائز الحدیث
کی گئی ہے اور نہ ہی تضعیف
(المیزان ۲/۹۳) لہذا یہ جائز الحدیث ہے۔

اور ربیع بن زیاد الہمدانی کے ترجمہ میں فرمایا۔

ما راایت لاحد ضیہ
میں نے کسی ایک کو بھی اس
تضعیفاً فہو جائز الحدیث
کی تضعیف کرتے نہیں دیکھا لہذا
(المیزان ۲/۱۰۰) یہ جائز الحدیث ہے

اور ربیع بن زیاد الہمدانی کے ترجمہ میں فرمایا۔

ما راایت لاحد ضیہ تضعیفاً
میں نے کسی ایک کو بھی اس

شہو جاثن الحدیث قطعیت کرتے نہیں دیکھا لہذا
(المیزان : ۱۰۸) یہ مائز الحدیث ہے۔

اور امام زکریا نے وسعت سے کام لیتے ہوئے (المختصر فی تخریج احادیث الشہاج والمختصر : ۶۹) میں اس قسم کے راوی میں کہا :
راوی کی ہمالیت اس میں قدر کا سبب نہیں بنتی جب کہ اس حدیث
کے وال ثقہ ہو پس ثقہ کی اس سے روایت اس کی تعدیل شمار ہوگی۔
حاصل کلام یہ کہ ایسی قسم کی حدیث تو جب تک اس کے مخالف کوئی
روایت نہ پائی جائے اور نہ ہی اس کا متن منکر ہو تو وہ روایت مقبول ہوگی
اور یہاں نہ تو اس کی مخالفت روایت پائی گئی اور نہ ہی اس کے متن میں
شکارت ہے پس یہ حدیث اس سند کے ساتھ مقبول ہے۔

شیخ حافظ احمد بن العبدین القاری نے (المدادی لعل المتادی : ۱۶۷/۲) میں
فرمایا کہ اس کی سند نظیف ہے اور ابن تیمیہ نے (الدرر علی الاختار : ۱۳۷)
میں مزاحمت کی کہ یہ صحیح المعنی ہے۔ لیکن اس کی سند میں کلام کیا اور اس
حدیث کی اعشش سے ایک اور سند ہے۔

اس کو عقلی (الضعفاء : ۱۳۷)

بیہقی نے (حیاة الانبیاء : ۱۵)

بیہقی (مشعب الایمان : ۲۱۸/۲)

غلیب نے (تاریخ بغداد : ۳۱/۳ - ۲۹۱ - ۲۹۲)

اس کے مخالف صحیح روایت موجود ہے جس کو طبرانی نے معجم کبیر میں سند صحیح
تسلیم کیا ہے تفصیل عقیدہ الصیغہ فی شرح حیاۃ الانبیاء میں ملاحظہ فرمائیں۔

ابن حجری نے (الموضعات، ۱/۳۰۳) وغیرہم نے روایت کیا۔
یہ اس طریق میں محمد بن مروان السدی عن ابی عمش عن ابی صالح عن
ابی جریجہ مرفوعاً ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سند میں محمد بن مروان السدی متروک الحدیث
اور کذاب ہے۔

امام حقیلی نے (ضعفاء) میں کہا کہ اس حدیث کی اعش سے کوئی اصل
نہیں اور وہ یہ محفوظ ہے اور نہ ہی اس کی کوئی متابعت ہے مگر وہ اس
سے بھی گئی گوری ہے۔

ابن کثیر نے (تفسیر القرآن ۶/۴۶۶) میں کہا
اس کی سند میں نظر ہے اس میں محمد بن مروان السدی الضعیف
مرفوع ہے اور متروک ہے۔

ابن کثیر نے مزید کہا تو یہ صرف اس مسئلہ کے بارے میں کہا ہے
پس ابن حجر ہی اور ان کے متبعین اس کو موضوع کہا ہے تو وہ بھی
صرف اسی مسئلہ کے بارے میں کہا ہے پس وہ سند جس کو امام ابوالفتح
نے (کتاب الثواب) میں روایت کیا وہ حمید الملساؤ ہے جیسا کہ حافظ
ابن حجر نے مراجعت کی ہے۔

اور ابن تیمیہ کا اس بارے میں قول مختلف ہے اس نے (فتاویٰ
۱۲۱/۳۴۱) میں اس پر موضوع ہونے کا حکم دیا لیکن ایک اپنے
مسئلہ جو کہ زیارت کے متعلق ہے (مصرعہ) میں کہا کہ اس کی سند کمزور
ہے۔

اور الروضی الاغانی (۳۴۱) میں کہا۔

اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے اس کی سند ایسی ہے کہ جس سے احتیاج درست نہیں ہے۔ اور تو خبر درج ہے کہ اس پر وضع کا حکم مروی اس سند پر ہے جس میں السدی الصغیر ہے اور تعجب در تعجب ابن عبد العادوی پر ہے کہ وہ تشدد کی حد تک توڑ گیا ہے۔ اس نے (الصارم) میں کہا کہ اس روایت کو بعض نے ابو معاویہ عن الاعمش کے طریق سے روایت کیا ہے اور یہ غلطی حاصل ہے کیونکہ اس میں محمد بن مروان السدی متفرد ہے اور وہ متروک الحدیث ہے اور متہم بالکذب ہے اور تعجب کی وجہ یہ ہے کہ ابن عبد الجودی نے محمد بن مروان کی روایت کو محفوظ سمجھا وہ جیسی بھی ہے وہ ابو الشیخ کی سند پر واقف ہوا یا کہ نہیں! وہ کوئی ایسی بات نہیں لایا کہ جس سے اس کا دعویٰ قائم رہ سکے اور نہ ہی وہ اس دعویٰ کی بنیاد مضبوط رکھ سکا۔

اور محمد بن مروان السدی اس میں متفرد بھی نہیں ہے جیسا کہ عقیلی کا کلام اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور جیسا کہ ابو السلیخ الاصہبانی کی روایت سے معلوم ہوا ہے لیکن ابن عبد العادوی اپنے شیخ ابن تیمیہ کی مخالفت نہیں کرنا چاہتا۔

حاصل کلام یہ کہ اس حدیث کی سند جتید ہے۔ اور جس نے اس پر وضع کا حکم لگایا تو یہ ابو الشیخ کی روایت پر واقف نہ ہونے کی بنا پر لگایا ہے۔

سولہوی حدیث

مَا مِنْ أَحَدٍ يَسْتَبْرَأُ عَلَيَّ كَوْنِي فِي مَسْجِدِ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رَدُّ اللّٰہِ عَلٰی رَدِّہِیْ حَتّٰی
اَرَدُّ عَلَیْہِ
پر مصلحت ہے تو اللہ تعالیٰ میری رُوح
کو میری طرف لوٹا دیتا ہے حتیٰ کہ
میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

تخریج حدیث:

۵۲۷/۲	امام احمد	مسند
۲۹۳/۲	ابوداؤد	سنن
۲۴۵/۵	امام بیہقی	سنن الکبریٰ
،	،	حلیۃ النبیام
۲۱۷/۲	،	شعب الایمان
۳۹۳/۲	امام ابونعیم	اغیار حبیبان

(مسند حدیث)

عن ابی صخر حمید بن زیاد عن یزید بن عبد اللہ ابن قیس عن ابی ہریرۃ
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ید

ابو صخر حمید بن زیاد کے بارے میں امام احمد و ابن معین فرماتے ہیں۔
کہ اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں امام دارقطنی و ابن حبان نے اس کی
توثیق بیان کی۔
امام یغوی فرماتے ہیں۔

اس حدیث کی عقیدہ تحقیق کے لیے: العقیدۃ العجمیہ ملاحظہ فرمائیں۔ مترجم۔

مدنی صالح الحدیث، مدنی ہے اور صالح الحدیث ہے۔

ابن عدی نے فرمایا۔

وہو عتدی صالح الحدیث میرے نزدیک یہ صالح الحدیث ہے

ابن معین نے ایک روایت میں اس کی تضعیف بیان کی جبکہ امام نسائی نے اسکو ضعیف کہا۔

ابن شاکب نے اس کو ثقہ کہا

امام ذہبی نے اس کو، من تكلو فيه وهو موثق (۳) ہذا

جن میں کوام کیا گیا ہے علائکہ وہ ثقہ ہیں) میں بیان کیا ہے اس کی توثیق

ایسے علماء کرام سے بیان کی کہ جن کی توثیق کے قبول کرنے پر ائمہ

محقق ہیں اور اس کے مقتضی پر عمل کرتے ہیں۔ اس سے امام مسلم نے

اپنی صحیح میں روایت لی ہے!

کم از کم یہ راوی حسن الحدیث ہے۔ لہذا ابن عبد السلامی کے شرکی

طرف انتقادات ہی نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ تو راوی کے نام اور

کنیت میں اختلاف کو بھی راوی کی حدیث کو رو کرنے کا سبب بتلا

دیتا ہے۔ اور اگر راوی کے اسم اور کنیت میں اختلاف راوی کے ضعف

کا سبب مانا جائے تو رواد کی تضعیف کا ایک نیا باب کھل جائے گا۔

پس یہاں عقل مندوں کو یہی کہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حدیث اور

علوم حدیث پر رحمت فرمائے۔ کہتے ہی راوی ہیں کہ ان کے نام اور

کنیت میں اختلاف ہے مگر وہ ثقہ ہیں اور کہتے راوی ہیں جن کے

نام اور کنیت میں اتفاق ہے مگر وہ ضعیف ہیں اور یزید بن عبد السلام

قیطی سے تو محدثین کی ایک پوری جماعت نے احتجاج کیا ہے اور امام

نسائی، ابن حبان اور ابن عبد البر نے اس کو ثقہ کہا ہے اور امام بن مہین نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں پس یہ حدیث حسن الاسناد ہے۔

سترھویں حدیث

عن محمد بن اسحاق عن سعید بن ابی سعید المقبری عن
عطاء مولى أم حبيبته قال : سمعت أبا هريرة يقول : قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم : ليس بطن عيسى بن مريم
حكما ولا لآل واما ما مقط . و يكثر كون فجا حاكبا ومعتبرا
او حديثهما وليا من قنبري حتى يسلم علي ولا دون عليه
(مستدرک امام حاکم : ۲/۱۵۱)

امام حاکم نے فرمایا :- یہ حدیث صحیح الاسناد اور اس سیاق کے
ساتھ اس کو امام بخاری و مسلم نے اس کو اپنی کتابوں میں نہیں لیا اور ابی
نے اس کو قائم رکھا اس حدیث کی اور وجہ (مسند) بھی ہے اور اس ہم
کو امام ابو دھر رازی نے (العلل حدیث نمبر ۲۷۴۷) میں ترجیح دی اور
یہاں محمد بن اسحاق کے سماع کی عدم تصریح نقصان دہ نہیں ہے۔

اٹھارویں حدیث

لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد، المسجد الحرام
والمسجد الأقصى، مسجدی هذا

نہ کہا دے کہ سوائے تین مساجد کے مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ اور میری یہ

مسجد

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے متعدد طریق ہیں۔ اس کو روایت کرنے والے صحابہ کرام و

حضرت ابو سعید الخدری . حضرت ابو ہریرہ . حضرت جابر بن عبد اللہ

حضرت عبد اللہ بن عمر . حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاص . حضرت علی بن ابی طالب

حضرت ابو الجعد الغیری . حضرت قحطم بن حاکم . حضرت ابو امامہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم

حضرت ابو سعید الخدری سے روایت

امام بخاری ۲/۳۳۱ مسلم ۲/۹۷۶ ترمذی ۲/۱۲۸۸ ابوداؤد حاکم صحیح ہے

ابن ماجہ ۱/۴۵۲ - احمد ۳/۵۱۴۵۱ - یوعلیٰ ۲/۳۳۸ - حمیدی ۲/۳۳۰

ابن ابی شیبہ ۲/۴۴۲ ابن حبان ۳/۷۱ مشکل الاثر ۲/۳۳۲ بیہقی السنن الکبریٰ

۲/۴۲۱ - ابوالشیخ فی الطبقات المتحدین باصحاب ۲/۲۲۱ ابوالنعیم فی ذکر اخبار اصحاب

۲/۴۵۰ - الطبرانی فی المعجم الاوسط ۳/۱۰۳ - خطیب فی تاریخ بغداد ۵/۱۹۵۱۹۱

فی فضائل بیت المقدس ۹ - والبقری شرح السنۃ ۲/۳۳۶ - وغیرہم نے عن

قرعۃ بن یحییٰ عن ابی سعید الخدری یہ مرفوعاً -

امام بخاری وغیرہ کے الفاظ یہ ہیں :

لا تقرا المرأة مسیوۃ یوحی کوئی عورت سوائے اپنے عورتانہ

الادومعہازوجھاوۃ وحمم کے دو دن کھڑکے اور دو روز

ولا صوم فی یومین : کے یعنی عید الفطر اور عید الفطر کے

الفطر والک صمعی ، ولا روزے نہ رکھے اور میرے بعد روزہ نہ

صلوة بعد الصبح حتى مطلع الشمس

ولا نجد العاصم في القريب

ولا تشد الرجال

الذالى ثلاثة صايد

مسجد الحرم والمسجد

الأقصاب ومسعودي

تک اور شعر کے بعد سورج غروب

ہوئے تک نماز فرمائیے اور تین ساجد

مسجد حرم، مسجد اقصیٰ اور مسجدی اس

میں نے اس کی طرف اشارہ کیا۔



اس حدیث حضرت ابو سعید الخدری کا دوسرا طریق بھی ہے جس کو

ایم اہد نے مستند ۵۳/۵ اور ابن الجوزی نے فقہائے القدس ۱۹۶

میں کمالہ بن سعید عن ابی الوداع عن ابی سعید الخدری سے مروی ہے۔

کے

اور نمبر ۱ طریقہ میں کو امام طبرانی نے (المعجم الاوسط ۲/۲۷۲) میں

عظیمہ الحقانی عن ابی سعید الخدری سے روایت کیا۔

اور جو تھا طریق اس کو امام عبید بن حمید نے اختیار کیا۔

۹۴۹ ص ۱۸۰) اور تمام نے اپنے قواعد (الرد عن الباطل ۱/۳۰۰) میں

ابو ہارون عمارہ بن عمر بن العبدی نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت



عمارہ بن حویرث شہیدِ صلیبیت ہے عاقل ابنِ مجبور نے اس کے بارے

انقریب میں کہا - متروک۔

اور ان میں سے بعض طرق کو امام ابو یعلیٰ الموصلی نے دمسند الیٰ علی

(۳۷) میں بیان فرماتا۔

اور پانچویں طریق اس کو امام احمد نے (مسند ۱/۳۱۷) میں حکمر
مری زیادہ عن ابی سعید الخدری سے مروی فرمایا بیان کیا۔

اور چھٹا طریق اس کو احمد نے روایت کیا (مسند ۲/۶۲۰-۶۲۱) میں اور ابو یعلیٰ
نے اپنی (مسند ۲/۸۹) میں اس سند کے ساتھ لیث و عبد الحمید بن
بھرم عن شہر بن حوشب سے کہا، میں اور دیگر آدمی عمرو پہنچے پس ہم
ابو سعید الخدری کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پوچھا کبلا کا ارادہ
ہے؟ میں نے کہا۔ طرد کا آپ نے فرمایا۔ طرد کیا ہے؟ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا آپ نے فرمایا۔ کوئی مسافر کسی مسجد کی طرف
اللہ کا ذکر کرنے کے لیے سامان سفر نہ لے جائے تو اسے تین مساجد کے
مسجد حرم و مسجد اقصیٰ اور مسجد مدینہ (الحديث) اس میں شہر بن حوشب
نے یہ زیارت نقل کی۔ کسی مسجد میں ذکر کرنے کے لیے اور اس میں
نماز پڑھنے کے لیے۔

اس زیادہ کے قبول و رد میں فقہاء و محدثین میں کافی کلام ہے
جن محدثین نے قبول کیا ہے ان میں سے حافظ ابن حجر نے (الفتح ۶/۱۶۸)
میں کہا۔

اور اس چیز کے موافق روایت ہے جس کو امام احمد نے شہر بن
حوشب سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری سے سنا
اور میں نے ان کے پاس مسجد طرد میں نماز پڑھنے کا ذکر کیا تو آپ
نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَتَّبِعِيَنَّ لِلْمُصَلِّيِ اِنْ يَشَاءُ
مَحَلَّهُ اِلَى مَسْجِدٍ تَبْتَعِي
فِيهِ الصَّلَاةَ غَيْرَ مَسْجِدٍ
کبھی نمازی کے لیے یہ حجاب
نہیں کردہ مسلمان سفر باندھے
تاکہ اس میں نماز پڑھے سوائے

الحرام والمسجد الاقصیٰ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور

ومسجدی۔ اور میری مسجد کے۔

اور شہر بن حوشب، حسن الحدیث ہے اگرچہ اس میں کچھ ضعف ہے پس یہ قول اس فن کے شیخ کا ہے جس کا علم بے مثال ہے پس اسے آنکھوں والے اس میں غور و فکر کر کہ اس نے شہر بن حوشب کی حدیث پر اور حدیث کی شرح کی مراد پر کیسے اعتماد کیا ہے!

ان الفاظ کے ساتھ شہر بن حوشب کا منقول و مہذّب ان کو ماقط اور رد نہیں کیا جانے کا۔ پس یہ شخص حسن الحدیث ہے جیسا کہ حافظ نے بیان فرمایا اور کئی حفاظ حدیث نے اس کی مصابحت کو قبول کیا ہے!

حافظ ابن صلاح نے صیانة صحیح مسلم کے ص ۱۲۲ پر اسی طرز میلان کا اظہار کیا ہے حافظ ذہبی نے سیر النبلاء (۳/۳۸۸) میں کہا اس کے ساتھ احتجاج کو ترجیح ہے، ذہبی نے "الجزمی من قلم حید و هو موثق مستل میں بھی ان پر جرح نہیں کی اگر زیادہ شدت بھی اختیار کی جائے جن الفاظ کے ساتھ شہر بن حوشب متفق ہیں تو یہ کہل علماء تابعین میں سے کسی سے حدیث کی تفسیر اور روایت بالمعنی ہے۔

اہم نوٹ:-

البانی نے شہر بن حوشب کے ان متفقہ الفاظ کو بارگاہ ماقط قرار دیتے ہوئے (ارواد ۳/۲۳۰) میں کہا: حوشب کے الفاظ "الی مسجد" حدیث میں ایسا اضافہ ہے جس کی بوسیدہ اور دیگر راویوں سے مروی حدیث میں کوئی اصل نہیں یہ اضافہ منکر بلکہ باطل ہے اور اس کا سبب یا تو شہر ہے وہ صاحب مؤلف ہے یا عبد الحمید ابن ہرثم ہے کیونکہ اس میں کلام ہے میرے نزدیک یہی مختص ہے، اسے حدیث نے شہر سے اس اضافہ کے بغیر

کیا ہے۔

میں کہتا ہوں البانی کا کلام محل نظر ہے۔

۱۔ شہر کے تغرد یا اضافہ کو یہ کہنا اس کی اصل نہیں درست نہیں اور اس پر بطلان کا، طلاق کرنا اور اس کا سبب شہر کو قرار دینا یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ شہر نے امام مالک، شہر، سفیان وغیرہ کی کبھی مخالفت نہیں کی اور جس میں کی انکے ہاں وہ قطعی ہے مگر آدمی کی حدیث سے یا تو احتیاج کیا جاتا ہے یا تاہم ماسل کی حاق ہے تو اسے کبھی بھی اہل سنت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

علاوہ ازیں شہر کے اسی تغرد کو تمام فقہاء و محدثین نے قبول کیا ہے۔

۲۔ ہاں عبد الحمید بن بہرام میں کلام ہے لیکن اس کا شہر بن حوشب سے حدیث بیان کرتا مقبول ہے جیسا کہ اس پر متعدد حقائق حدیث نے تصریح کی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں شہر سے اس کی احادیث مقارب ہیں، امام ابن ابی حاتم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ عبد الحمید، شہر کے حوالے سے اسی طرح ہے جیسے لیث سعید بصری سے ہے میں نے کہا آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ فرمایا ان کی خبر سے صلح احادیث میں کوئی فرق نہیں، شہر سے مروی احادیث سے حسن میرے علم میں نہیں، شیخ احمد بن صالح حموی کہتے ہیں عبد الحمید بن بہرام ثقہ ہیں مجھے ان کی وہ احادیث پسند ہیں جو صحاح شہر سے ہیں۔

مذکورہ گفتگو کی بنا پر مائل ناقد کے لیے ایسی حدیث کو ضعیف قرار دینا درست نہیں جو شہر بن حوشب سے عبد الحمید بن بہرام نے روایت کی، جو ایسا کہے گا اس کا سبب ملک صالحہ محقق تعصب ہوگا۔

۳۔ البانی کا کہنا اسے لیث نے شہر سے یقیناً بغیر اضافہ کے روایت کیا۔
میں کہتا ہوں مذکورہ اضافہ لیث نے شہر بن حوشب سے مندرجہ ذیل ہے۔

۲۵/۱۸۹) میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے، تو ابانی کو تعین کے پہلے احتمال کہتا چاہیے تھا،
ابن علیہ وسلم کے لئے اس قدر گفتگو ہی کافی ہے۔

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی تخریج :-

بخاری (الفتح ۲/۶۳) مسلم (۱۰۳/۲)

عبد الرزاق ۱۳۲/۵ مسند حمیدی ۲۲۱/۲

مسند امام احمد ۲۳۳/۲ ۲۳۸/۲ ۵۰/۲ سنن الدارمی ۱/۲۴۲

ابو داؤد ۵۲۸/۲ نسائی ۳۷/۲

ابن ماجہ ۴۵۲/۱ مسند ابویعلیٰ ۲۸۳/۹

السنن الکبریٰ لمبہدی ۲۳۲/۵ خطیبی تاریخ بغداد ۲۲۲/۹

الشرح السنۃ للبیہقی ۲۳۴/۲

ان تمام نے متعدد طرق سے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کی۔

ابن ماجہ نے (المعجم الاوسط ۲/۱۱۱) میں حضرت ابوہریرہ سے ایک

منکر حدیث بختم ابن مرقان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم۔

سلمان سفر نہ باندھا جائے مگر

تین مساجد کیلئے مسجد حقیقہ و

مسجد حرام و میری یہ مسجد۔

ولا تشد الرحال الا الی

ثلاثة مساجد مسجد

النبیة و مسجد الحرام

و مسجدی ہذا۔

امام طبرانی نے فرمایا: مسجد خیف کا ذکر سوائے اس حدیث کے کسی اور حدیث میں نہیں آیا۔

میں کہتا ہوں۔ اس میں ضعف و انقطاع ہے!

امام بخاری نے (التاریخ الکبیر ۲/۲۱۰) کہا

مسجد خیف کا کوئی متابع نہیں ہے اور خشم کا ابو ہریرہ سے سماع معروض نہیں ہے۔

خشم بن مردان کا ذکر ابن الجارود نے ضعف میں کیا ہے عقیلی نے کہا۔ اس حدیث پر اس کا متابع کوئی نہیں ہے اور یہ اس حدیث کے بغیر نہیں پہچانا گیا۔ ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔

حاصل کام یہ کہ یہ الحدیث مسجد الخیف، منکر میں اور ان کے ساتھ خشم متفرق ہے امدودہ ضعیف ہے اور اس نے ابو ہریرہ سے نہیں سنا۔

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی تحریر یہ کی۔

مسند امام احمد ۳۰/۳۵۰

المسنن الکبریٰ للنسائی (تحفۃ لا حوزی ۲/۲۴۱) حمید بن حمید (المستطب

ص ۱۹۷ رقم ۱۹۷)

مسند ابی یعلیٰ ۲/۱۸۲-۱۸۳) صحیح ابن حبان ۴/۹۵۷

المجموع الاوسط لطبرانی ۱/۱۵۳ المعجم فی تاریخ علماء مصر ۱۷

کاسم بن قطلوبغا ذوالالیث ۳۵

ان تمام نے اس سند سے اس کو روایت کی۔

عن الثابت بن سعد عن أبي المذاهب عن جابر بن عبد الله -

امام طبرانی۔ المعجم الاوسط میں کہا اس حدیث کو لیث سے علامہ ابن ہشام کے ساتھ کسی اور نے روایت نہیں کی۔

امام طبرانی کے اس۔ قول۔ میں نظر ہے۔

کیونکہ سند میں علامہ ابن ہشام کی متابعت کی یونس بن محمد الخروب اور قتیبہ بن سعید نے اس کی متابعت السنن الکبریٰ میں کی اور عیسیٰ بن یونس نے صحیح ابن حبان میں اور احمد بن یونس نے، القتب من مسند عبد بن حمید میں اور الحمصی نے تاریخ مصر اور کامل المجہدی نے مسند ابی یعلیٰ میں متابعت کی۔

پس اس کی سند صحیح ہے چاہے علامہ ابن ہشام اس میں متفرد ہو یا اس کے متابع ہوں۔

اور لیث بن سعد بھی ابوالذہبی سے متفرد نہیں ہے۔

میرے علم کے مطابق اس کے دو متابع ہیں۔

پہلی متابعت ابن لہیعہ - اس متابعت کو امام احمد نے (مسند ۴/۲۲۷) میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

ثنا حسن، ثنا ابی لہیعہ - ثنا ابوالذہبی عن جابر قال قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: غایب مارکبت الیہ الراو حل مسجد ابراہیم علیہ السلام و مسجدی

سب سے بہتر کہ مزار کے لیے کہا ہے کہ وہ مسجد ابراہیم علیہ السلام اور

میری مسجد ہے !

حسن وہ ابن موسیٰ، الاشیب ہے یہ ثقف ہے اور محمد بن کی جماعت نے اس سے احتجاج کیا ہے !

اور عبد اللہ بن لہیعہ مدلس ہے اور کتبیں حل جانے کے بعد اس کو اختلاف ہو گیا تھا اور اس نے سماع کی مراحت کی ہے ! دوسری متابعت اس متابعت کو امام بزار نے (کشف الاستار من زوائد البزار ۲/۲۱۱) اور امام طحاوی نے (مشکل المکملہ ۲/۱۷۱) دونوں نے ۔

عبد الغزیز بن عبد اللہ الاویسی المدنی عن عبد الرحمن بن ابی الزناد عن موسیٰ بن عقبہ عن ابی الذبیر عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال :
خیر ما رکبت الیہ الرسول مسجد براہیم علیہ السلام مسجد محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے بہتر کہ جس کی طرف سوار کجاوے کے وہ مسجد براہیم اور مسجد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔

یہ سند صحیح ہے ۔

عبد الرحمن بن ابی الزناد اس میں صرف غیر مذہبی سے روایت میں کلام کیا گیا ہے ۔ اور اس سے راوی مدنی ثقف ہے ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

اس کو ابن حبان نے (الثقات ۴/۸۵۹) اور طبرانی نے (معجم الاطباء)
(حدیث نمبر ۱۵۳۵) اور حقیقی نے (الاعتماد ۲/۲۵۹) اور ضیاء المقدسی
نے (فضائل بیت المقدس حدیث نمبر ۵)
ان تمام نے متعدد طریقوں سے

عن علی بن یونس البعلنی العابد عن هشام بن الغزالی
عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال لا تشد المطایا الا اثنی ثلاثا مساجد مسجید
الحرام ومسجید هذا والمسجید الاقصی -

مسافر سامان نہ باندھیں مگر تین مساجد کے لیے مسجد حرام اور یہ
مسجد اور مسجد اقصی -

علی بن یونس بعلنی اس کو امام عقیل نے (الغنیۃ : ۲/۲۵۶) ذکر
کرتے ہوئے کہا -

لا یتابع علی حدیث - اس کے حدیث پر کوئی متابع نہیں ہے
ابن ابی حاتم نے اس بارے میں سکوت کیا اور ابن حبان نے اسکو ثقہ
کہا اس سے ایک جماعت نے روایت لی ہے -
اس کا ایک طریق ہے جو ان الفاظ سے ہے -

لا تشد الرحال الا الی
ثلاثا مساجد : مسجید
الحرام . مسجید المدینة
مسجید مدینہ ! اور مسجد اقصی -
و مسجد بیت المقدس -

ابھی طبرانی کا شیخ احمد بن محمد بن رشد بن اس میں کلام مشہور اور بعض
نے سوال کیا اور اسے کذاب کہا ہے ! لیکن یہ حدیث حضرت عبداللہ بن
عمر سے موقوف بھی آتی ہے اور اس کی سند مرفوع کے دونوں طریقوں
سے تطبیق ہے ! اس کو امام بخاری نے (التاریخ الکبیر : ۲/۲۵۶) اور

عبدالرزاق نے (المصنف: ۱۳۵/۵) ابن ابی شیبہ (مصنف: ۳۷۳/۲) عمر بن شیبہ نے اخبار المدینہ (کافی العارم المتکلی ص ۴۴۶)

سفیان بن عیینہ عن عمرو بن
حلق بن حبیب عن قزعة
قال: سألت ابن عمواقی
الطود؟ قال: مع الطوسا
فلا تهاو قال: لا تشدوا
الرجال الا الى ثلاثة مساجد

قرعہ سے روایت ہے کہ
میں نے حضرت ابن عمر سے
پوچھا: طور اؤں قزو یا طور کو چھوڑ
اور دہاں نہ جا اور فرمایا کہ نہ کہاؤ
کسو مگر تین مساجد کی طرف

یہ سنی صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں ہے۔

اور اس کا متابع۔ وفاقین عمر سفیان بن عیینہ عن عمرو بن یثارب ہے۔

اس متابعت کو پہنچتی ہے (شعب الایمان ۱۰۶/۸۱) میں بیان کیا ہے
اور اسی طرح اس کا تابع ابن جریر کہ ہے، اس متابعت کو فاکھی نے
اخبار مکہ (۹۴/۲) اور عبدالرزاق نے (المصنف: ۱۳۱/۵)

ابن عیینہ کے ثقات اور حفاظ اصحاب کی مخالفت احمد بن محمد زرق
نے کی اس نے ابن عمر سے مرفوعاً بیان کیا ہے جیسا کہ اس کے حنفیہ
زیچہ کے (اخبار مکہ ۶۲-۶۵) میں ہے۔

پس زرق کی روایت تمام ثقات کی مخالفت کی وجہ سے شاذ ہے
لہذا اس شاذ روایت کی ابائی کی طرف سے (احکام الہناثر ۲۸۷)
میں تصحیح واضح طور پر غلطی اور خطا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت

اس روایت کو ابن ماجہ ۴۵۲/۱ - مشکل الآثار للطحاوی ۲۴۲/۱ - مسند
الشاہین للطبرانی : ۲۰۶/۲

اخبار مکہ لمطاکسی : ۹۹/۲ تاریخ الخلفاء لعقوب بن سفیان القسری ۲۹۵/۲
وغیر ہم تمام تھے اس سند سے روایت کی۔ یزید بن ابی مریم عن قزعة
بن یحیی عن عبداللہ بن عمرو بن مرفوعاً۔

اور یہ سند صحیح ہے۔

ابن ماجہ طحاوی اور طبرانی (مسند الشامیین) میں عبداللہ بن عمرو کی
حضرت ابوسعید الخدری کے ساتھ ملی ہوئی روایت کی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت

اس کو طبرانی اوسط (۸/۱ - ۲/۲۱) میں اور (صغیر ۱۴۳) میں اور
ضیاء المقدسی نے (فضائل بیت المقدس) (حدیث نمبر ۶) میں بیان کیا۔ امام
طبرانی نے، المعجم الصغیر میں کہا۔

حد ثنا سلمہ بن ابراہیم بن اسماعیل بن یحییٰ بن سلمہ بن
کھیل الحضرمی الکوفی، حدثنی ابی عن ابيه عن جده سلمة بن
کھیل الحضرمی عن حبیبة بنت عدی عن علی بن مرفوعاً۔
امام طبرانی نے کہا: اس کو سلمہ سے اس کے بیٹے یحییٰ کے سوا کسی
نے روایت نہیں کیا اور اس سے اس کا بیٹا متفرد ہے اور اس غرابیت و
دلت، کی طرف الضیاء المقدسی نے اشارہ فرمایا ہے۔

لہذا یہ سہ سخت ضعیف ہے۔ پس ابراہیم بن اسماعیل بن یحییٰ بن
سہر ضعیف ہے اور اس کا باب اور دائرہ متروک ہیں !
اور امام حبشی نے (المجمع الزوائد ۴/۴۸۸) میں صرف پہلی علت بیان
کرنے پر ہی اکتفاء و اختصار کیا ہے اور کہا اس کو طبرانی نے ضعیف اور الہو مط
ہی روایت کیا ہے اور اس میں ابراہیم بن اسماعیل بن یحییٰ اکھلی ہے اور
وہ ضعیف ہے !

اور اس حدیث کا متن وہی معروف متن ہے جو حضرت ابو سعید الخدری
کا حدیث شریف کا ہے !

حضرت ابوالجعد الغمری کی روایت

اس کو روایت کیا۔

بزار نے (کشف الاستار ۲/۴۸۸) مشکل الاثیر علیہ : ۱/۴۸۸۲ المعجم
الکبیر (طبرانی ۲۲/۳۹۹)

فخائل بیت المقدس للضیاء المقدسی (ج ۲)

تمام نے عن سعید بن عمرو، ثنا عبید بن محمد بن عمرو عن عبیدہ
بن سفیان، عن ابی الجعد الغمری کی سند سے مرفوعاً بیان کی۔

اس کے رجال صحیح کے رجال ہے۔

امام حبشی نے (المجمع الزوائد ۴/۴۸۸) میں فرمایا۔

اس کو امام طبرانی نے الکبیر اور الہو مط میں روایت کیا اور اس کے
رجال صحیح کے رجال ہیں اور اس کو بزار نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت واثلہ بن الاسقع کی روایت

اس کو روایت کیا۔

الضیاء المقدسی نے (فتاویٰ بیت المقدس نمبر ۹) میں

ایوب بن مدرک الحنفی عن مکحول عن واثلہ بن الاسقع کی سند سے بیان کیا ہے

امام المقدسی نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میں نے واثلہ سے اس : ایوب بن مدرک کی وجہ سے سن وہ کسی اور وجہ سے روایت کی ہو۔ اور یہ ایسا راوی ہے کہ اس میں کلام کیا گیا ہے۔ (انتہی)

ایوب بن مدرک کے پاس ابن مسین نے فرمایا۔

لیس بشی۔ یہ کچھ بھی نہیں (ضعیف) ہے

اور ایک مرتبہ فرمایا

کذاب : یہ کذاب ہے اور امام نسائی اور ابو حاتم نے کہا : متروک ہے

ایوب بن مدرک کے ضعف کے ساتھ ساتھ اس سند میں انقطاع بھی ہے کیونکہ ایوب بن مدرک مکحول سے مرسل روایت کرتا ہے۔

(الدرر الکبیر ۱/۲۴۴)

حضرت مقدم بن معدی کرب اور حضرت ابوامامہ کی روایت

اس کو امام ابو نعیم الاصبہانی نے (الحلیۃ ۱/۳۰۸) میں

محدثا سلیمان، ثنا موسیٰ، ثنا محمد بن الیاس، ثنا اسماعیل بن عیاش،

عن زید بن زرعہ عن شریح بن عبید عن المقدم بن معد کرب والی امامہ

کی سند سے مروی روایت کی ہے۔

پہلی اس میں ضعف اور انقطاع ہے۔

ضعف قوی موسیٰ بن یحییٰ بن المنذر کی وجہ سے ہے علیہ الاموالاء میں
عہد بن المبارک المصنف کے ترجمہ میں ایسے ہی واقع ہے۔

موسیٰ بن عیسیٰ کے بارے میں حافظ ابن حجر نے (لسانۃ ۱۳۶۶: ۱۷۷) کہا۔

اس سے روایت کی طبرانی نے احمد یہ امام طبرانی کے قدیم شیعہ میں
سے ہے اس سے امام طبرانی سن۳۵۰ سے پہلے سن۳۵۰ ہے۔ نسائی نے
اس کو لکھا اور کہا۔ جمعی سے میں روایت نہیں کرتا وہ کچھ عی نہیں ہے۔ انتہی
میں (مصنف) کہتا ہوں۔ المعجم الصغیر میں اس سے سن۳۵۰ میں ساری
واقع ہے۔

اور اس سند میں انقطاع ہے کیونکہ شریک نے ابوالامر اور المقدم کو
نہیں پایا۔

ابو الی ماتم نے کہا۔ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے تھے۔
شرح ابن حبیب الحضری نے ابوالامر کو نہیں پایا اور نہ ہی عادت بن المبارک
اور المقدم کو پایا ہے، (المراسل ۹۰۱)

حضرت عمر فاروق کی روایت

اس کو سبزار نے مستدرک سبزار، البحر الذخائر ۳۱/۲ - ۳۹۲) میں اس
طرح روایت کیا۔

قال۔ حدثنا یحییٰ بن محمد بن الحسن قال: ناہی بن حلال
واملاء علینا من کتابہ عن ہمام عن قتادہ عن ابی العالیۃ

عن ابن عباس عن عمران بن الہیثم عن عبد اللہ بن مسعود قال :

لا تشد الرجال الا الى ثلاث مساجد حرم
ان تبنی مساجد کی طرف مسجد
ومسجدی هذا ومسجد
الاقصی -

امام بزار نے فرمایا :-

ہم نہیں جانتے کہ حضرت عمرؓ سے یہ روایت کسی اور سے بھی
مروی ہے۔ اور یہ خطا ہے یہ حبان کی کارستانی ہے کیونکہ اس
حدیث کو ہمام وغیرہ نے قتادہ عن قزحہ عن ابی سعید کی سند سے بیان
کیا ہے۔

امام بیہقی نے (المبیع الزوائد ۴/۴۴) میں فرمایا :-

اس کو بزار نے روایت کیا اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں
مگر بزار نے کہا اس میں صالح ہلال نے خطا کی ہے ۔
اور حبان بن ہلال ۔

ثقة اور شہرت ہے اس کی ثقاہت پر اتفاق ہے لیکن اس حدیث
میں ہمام کے شاگردوں نے اس کی مخالفت کی ہے ۔ اس نے اس کو
مسند حضرت عمر فاروق میں بیان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ مسند ابی
سعید الخدری سے ہے اور اس طریق سے قتادہ کے شاگردوں نے کئی
سندیں روایت کی ہیں ۔

المحدث شہاب العالین

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ بمطابق ۱۹۸۱ء

تَخْرِيجُ أَحَادِيثِ الزِّيَارَةِ

مكتبة دار الحديث

بمكة المكرمة

محمود سعيد ممدوح

عفا الله تعالى عنه